بخدمت جمیع برادرانِ اسلام---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، اللہ تعالیٰ ﷻ کے فضل وکرم، رسول اللہ ﷺ کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے---اس وقت بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں، جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود (تعمیراتی اخراجات کے علاوہ) لاکھوں روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں---

صرف سٹاف کی تنخواہوں کے لیے چار لاکھ پچھتر ہزار روپے ماہانہ درکار ہوتے ہیں، جب کہ بجلی، گیس اور ایندھن پر تقریباً آٹھ لاکھ روپے ماہانہ صرف ہوتے ہیں---ادارہ کے بجٹ کا بڑا حصہ طلبہ کی خوراک پر صرف ہوتا ہے، چناں چہ سبزی، گوشت، دال، گھی اور مصالحہ جات پر چھ لاکھ ساٹھ ہزار (6,60,000) روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں۔ جب کہ طلبہ کی خوراک کے لیے تیرہ سو من گندم (مالیتی 33,80,000) اور ناشتہ کے لیے دو سو پچاس من چاول (مالیتی 20,00,000) درکار ہوتے ہیں---متفرق اخراجات سمیت اکتیس لاکھ پچیس ہزار (31,25,000) روپے ماہانہ اور پونے چار کروڑ (3,75,00,000) روپے سالانہ مصارف ہیں---

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ طلبہ کی تعلیمی اور رہائشی ضروریات کے لیے تین منزلہ جدید عمارت کا سٹرکچر تیار ہو گیا ہے (فنشنگ ابھی باقی ہے)---اب شرقی جانب (دربار حضرت سیدی فقیہ اعظم ؒ کے پیچھے) تعمیرِ نو (فیز 2) کا آغاز ہو چکا ہے---گراؤنڈ فلور کے لیے مبلغ دو کروڑ ستر لاکھ (2,70,00,000) روپے مزید درکار ہیں---اندریں حالات دارالعلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہلِ درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیّر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیشِ نظر آپ کی اخلاقی ودینی ذمہ داری ہے کہ روحانی موسم بہار---رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان کریم---کے بابرکت مہینوں میں خصوصی دل چسپی سے اپنے مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانانِ گرامی طلبائے کرام کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں۔ آپ کے عطیات (عشر، زکوٰۃ، نقدی، گندم، چاول، مکئی ودیگر غلہ جات اور صدقہ وخیرات) یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے---ان شاء المولیٰ تعالیٰ

والسلام

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

موبائل نمبر 03004321088 فون نمبر 0444771014

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین
ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم
ماھنامہ
نور الحبیب
بصیر پور
زیر ظلِ عاطفت: فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ
بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نور الحبیب
Regd No. PS/CPL-25
ISSN 1993-4238
جلد: 37
شمارہ: 1-2
رجب-شعبان ۱۴۴۶ھ / جنوری-فروری 2025ء
مجلس ادارت
پروفیسر خلیل احمد نوری
صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری
صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری
پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری
پروفیسر محمد امین صابر القادری
صحافی محمد اصغر مجددی
مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری
قانونی مشاورت
میاں فیض علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
نوٹ: جو مستقل قارئین ماہ نامہ "نور الحبیب" بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ =/120 روپے مزید بھیجیں، انھیں ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا --- ان شاء المولیٰ تعالیٰ
ترتین:
مولانا محمد یوسف نوری
منیجر:
مولانا غلام عباس نوری
ایزی پیسہ اکاؤنٹ:
0346-1276516
سرورق:
کمپوزنگ:
نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور شریف
E-Mail:
noorulhabibmonthly@gmail.com
خصوصی چندہ سالانہ: =/5000 روپے
عمومی چندہ سالانہ: =/1000 روپے
فی کاپی: =/90 روپے
ناشر: انجمن حزب الرحمٰن صبر و رضا دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور اوکاڑہ پاکستان
پتہ ملنے کا
ماہ نامہ نور الحبیب
بصیر پور ضلع اوکاڑا، پوسٹ کوڈ 56011
www.facebook.com/Mahnama Noorulhabib
www.facebook.com/Darul Uloom Hanfia Faridia Basirpur
www.facebook.com/Sahibzada Muhammad Mohibullah Noori[Official]
ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹر لاہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبیب بصیر پور سے شائع کیا
یہ جنوری-فروری کا مشترکہ شمارہ ہے، آئندہ پرچہ یکم مارچ کو شائع ہوگا، ان شاء المولیٰ تعالیٰ

اس شمارے میں

منظومات

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

خدا رحمٰن ہے، قدوس ہے اور خالق و باری
خدا مؤمن، مہیمن اور عزیز و واسع و محیی

وہی قہار ہے، غفار ہے، وہاب اور رازِق
وہی فتاح، قابض، باسط و رافع، وہی والی

ہر اک عظمت کا مالک ہے، مرا داتا، مرا مولا
معزّ وہ ہے، مذل وہ ہے، یقیناً ہے وہ متعالی

ودود و واجد و باعث، مقیت و مالک و وارث
جلیل و ماجد و غافر، کریم و مقتدر، مبدی

وہی اوّل، وہی آخر، وہی باطن، وہی ظاہر
وہی قیوم و قادر ہے، وہی واحد، وہی باقی

حقیقت میں وہی ہے مالک الملک اور وہی حاکم
وہی مقسط، وہی جامع، غنی وہ ہے، وہی مغنی

مرا رب نور ہے، توّاب ہے، ستار ہے بے شک
مرا رب ہے وکیل و کارساز و نافع و ہادی

خدایا! تیرے سارے نام ہی اسماءِ حسنیٰ ہیں
ترا ہر نام اعلیٰ ہے کہ تو مولیٰ ہے تو عالی

مرے اللہ! تیرا شکر ہم کرتے نہیں تھکتے
کہ تو نے دے دیا ہم کو رسولِ مکی و مدنی

کرن توحید کی پھوٹی، جہاں میں انقلاب آیا
''عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی''

الوہیت کی عظمت آشکارا ہو گئی ہر سو
''عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی''

ثنا گو ہے خدایا تیرا یہ عاجز تریں بندہ
کرم نوری پہ فرما دے بجاہِ سیدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رہے وقفِ ثنائے مصطفیٰ ﷺ یہ زندگی اپنی
جِلا پائے ولائے مصطفیٰ ﷺ سے بندگی اپنی

فضا مہکی ، سحر چمکی ، بہاروں پر بہار آئی
رخِ والشّمس نے کی جس گھڑی جلوہ گری اپنی

چھٹے تاریک بادل کفر وعدواں کے، جہالت کے
’’عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی‘‘

افق روشن ہوئے ، ارض وسما انوار سے چمکے
’’عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی‘‘

خدا جل جلالہ کا ہر پیمبر صاحبِ عزّ و وجاہت ہے
حبیب اللہ ﷺ کی لیکن ہے شانِ دلبری اپنی

حدیثِ قدسی شاہد ہے، خدا کا قول برحق ہے
رضائے مصطفیٰ ﷺ ہی میں خدا کی ہے خوشی اپنی

نبی ﷺ کے نام کو جپنا، انھی کی یاد میں رہنا
اسی میں تازگی دل کی ، اسی میں سرخوشی اپنی

مری تقدیر بن جائے ، مری عقبیٰ سنور جائے
جو بندے پر کریں سرکار ﷺ بندہ پروری اپنی

اِدھر بندہ، اُدھر آقا ﷺ ، یہ سر ہو، ان کی چوکھٹ ہو
یہی ہے مختصر سی اِک تمنا آخری اپنی

مدینہ طیبہ کی حاضری کو دل تڑپتا ہے
ملے اذنِ حضوری تو بجھے یہ تشنگی اپنی

درودِ پاک سے تر ہو زباں، آنکھوں میں آنسو ہوں
مدینہ میں ہو نوری اس طرح سے حاضری اپنی

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

منقبت بہ حضور فقیہِ اعظم

حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری علیہ رحمۃ اللہ

جاں منوّر بہ جلوۂ قرآں — دل تھا نورِ حدیث سے رخشاں
وہ تھے شیخ الحدیث و التفسیر — وہ فقیہ و محدّثِ دوراں
شہریارِ دیارِ فقر و غنا — صاحبِ علم و دانش و عرفاں
خُلق ایسا کہ مرحبا کہیے — پیار ایسا کہ جان و دل قرباں
خلقِ خیر الانام کے مظہر — رہبرِ دیں ، مفسرِ قرآں
ان کی تحریر نور کے موتی — ان کی تقریر حُسنِ روئے بیاں
دسترس تھی علوم دینی پر — دین نے کر دیا انہیں ذیشاں
اہلِ عرفاں کے قافلہ سالار — عالمِ دیں ، خطیبِ نکتہ داں
ان کے خطبات کا خلاصہ ہے — عشقِ سرکارِ بزمِ کون و مکاں
اِس کو کہیے سعادتِ دارین — اُن پہ راضی ہوئے ہیں شاہِ زماں
نسبتِ حضرتِ محبّ اللہ — ہے فقیہِ عظیم کا احساں
ان پہ اصحابِ مصطفیٰ خوش ہیں — ان سے راضی ہیں صاحبِ قرآں
عمر گزری تھی ذکرِ مولا میں — ان پہ جلوے تھے نور کے رقصاں
آستانہ فقیہِ اعظم کا — درحقیقت ہے چشمۂ عرفاں
عاشقانِ جنابِ نور اللہ — ہیں مثالِ نجوم و کہکشاں
فیض پاتے ہیں آ کے میر و فقیر — ان کا دربار بھی ہے فیض رساں
لفظ ایسے کہ منہ سے جھڑتے پھول — فکر ایسی کہ نور سے تاباں
ان کا دربار بھی ہے تا بہ ابد — چشمۂ فیض بہرِ تشنہ لباں
وہ فنا فی الرسول تھے نازش — زہد و تقویٰ تھا کُل سر و ساماں

قاری غلام زبیر نازش، گوجرانوالا

حضرت فقیہِ اعظم
محمد نور اللہ نعیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ

علم و عرفان کی تنویر ، فقیہِ اعظم
فقر و درویشی کی تصویر ، فقیہِ اعظم
فضل و احسان ہے اللہ ، نبی کا مجھ پر
دل کی تختی پہ ہیں تحریر ، فقیہِ اعظم
بادشاہوں کی حکومت ہے سروں تک محدود
آپ نے دل کیے تسخیر ، فقیہِ اعظم
درس کے پھول کی خوشبو ہے تمہاری ہستی
فقہ کے خواب کی تعبیر ، فقیہِ اعظم
بو حنیفہ کا کرم ، گنج شکر کی ہے عطا
جنتی ہے آپ کی تشہیر ، فقیہِ اعظم
دیکھ کر حضرتِ نوری کو پتا چلتا ہے
ہیں بڑے صاحبِ توقیر ، فقیہِ اعظم
عہد حاضر کے سبھی عارف و عالم فیضان
آپ کو مانتے ہیں پیر ، فقیہِ اعظم

حضرت صاحبزادہ
مفتی محمد محبّ اللہ نوری حفظہ اللہ

ہے پیش وا کا پیارا دربار نوری نوری
ہر سو برس رہے ہیں انوار نوری نوری
حضرت محبّ کی میٹھی گفتار نوری نوری
قبلہ کا اُجلا اُجلا کردار نوری نوری
انوار کی جو پیہم برسات ہو رہی ہے
ہے جنتی ہوا کی رفتار نوری نوری
شاعر ہیں آپ اعلیٰ ، پڑھ کر کلام دیکھو
دل میں اتر رہے ہیں اشعار نوری نوری
ہوتا ہوں جب بھی حاضر، میں آپ کے دوارے
ہر بار مجھ کو ملتا ہے پیار نوری نوری
وہ نور جلوہ گر ہے نوری میں پھر دوبارہ
تم بھی ادب سے کر لو دیدار نوری نوری
ہیں آپ جانشینِ ذاتِ فقیہِ اعظم
فیضان دیدنی ہے شاہکار نوری نوری

پروفیسر فیض رسول فیضان

سیدی فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس آیا

فقیہِ اعظم کا عرس آیا
چہار سو ابرِ نور چھایا
جلو میں لے کے پیامِ مرشد
رجب کا نوری مہینا آیا
تصورِ شیخ ، نور بن کر
قلوبِ خدّام میں سمایا
بصیرپور میں جو قبلہ آئے
پلٹ گئی اس نگر کی کایا
رسالہ نور الحبیب پڑھ کر
نظر نے دل کو ادب سکھایا
محبّ کا نوری جمال دیکھو
وہی رخِ نور پھر دکھایا
مزید ہو فیضِ نور جاری
دعائے فیضانؔ ہے خدایا

ماہ نامہ نور الحبیب بصیرپور شریف

اسلام کا بیان ہے نور الحبیب میں
حق نام کا نشان ہے نور الحبیب میں
علم و ادب کی جان ہے نور الحبیب میں
شعر وسخن کی شان ہے نور الحبیب میں
حکمت کا گلستان ہے یک سو کھلا ہوا
دانش کا بوستان ہے نور الحبیب میں
افسانۂ حبیب و محبّ دل نواز ہے
چاہت کا ارمغان ہے نور الحبیب میں
ہے آستانِ مرشدِ والا ، بصیرپور
احوالِ آستان ہے نور الحبیب میں
فیضِ امام اعظم و بابا فرید سے
نسبتؔ کی آن بان ہے نور الحبیب میں
فیضانؔ قبلہ حضرتِ نوری ہیں جانشیں
جلووں کا اک جہان ہے نور الحبیب میں

پروفیسر فیض رسول فیضان

❀❀❀❀❀

شعاعِ نور

جمال وحسنِ فراواں بصیر پور میں ہے — نزولِ رحمت وغفراں بصیر پور میں ہے
وہ درس گاہِ محبت ، وہ مکتبِ عرفاں — ہے جس کی شان نمایاں بصیر پور میں ہے
جہاں سے کرتے ہیں دن رات کسبِ فیض عوام — وہ گنجِ حکمت وعرفاں بصیر پور میں ہے
نسیم صبح کے جھونکے ، وہ دل نواز فضا — عجب وقارِ بہاراں بصیر پور میں ہے
ضیائے نورِ ہدایت کی عام ہے تابش — کہ شمعِ نور فروزاں بصیر پور میں ہے
بفیضِ رحمتِ رحماں ، حکایتِ ہستی — بخطِ نور درخشاں بصیر پور میں ہے
وہ جس کا نام ہے نوراللہ بزمِ الفت میں — وہ میرا حاصلِ ارماں بصیر پور میں ہے
وہ جس کے علم پہ شاہد فتاویٰ نوریّہ — فقیہِ اعظمِ دوراں بصیر پور میں ہے
ہے جس کی فکرِ رسا کاشفِ رموزِ وفا — وہ صدرِ محفلِ ایقاں بصیر پور میں ہے
وہ جس کے فقر پہ شاہی بھی ناز کرتی ہے — قمرؔ! وہ نازشِ شاہاں بصیر پور میں ہے
ہیں گلستانِ محبت میں رونقیں جس سے — وہ عندلیبِ غزل خواں بصیر پور میں ہے
فضا ضیائے مسرت سے جگمگاتی ہے — کہ نورِ شوق درخشاں بصیر پور میں ہے
اے تشنگانِ مئے علم! شوق سے آؤ — قسیم بادۂ عرفاں بصیر پور میں ہے

چلو ، اے حرماں نصیبو! بصد نیاز چلو
تمہارے درد کا درماں بصیر پور میں ہے

مولانا قمرؔ یزدانی

❀❀❀❀❀

تحریکِ ختمِ نبوت اور حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں جب بھی کوئی تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی، اس میں مذہبیت کا عنصر کارفرما رہا---تحریکِ پاکستان ہو یا تحریکِ ختم نبوت، تحریکِ نظام مصطفیٰ ہو یا تحریکِ ناموسِ رسالت، قوم نے ہمیشہ علماء و مشائخ کی آواز پر لبیک کہی اور کامیابی نے ان کے قدم چومے--- ان تمام تحاریک میں علماء و مشائخِ اہل سنت پیش پیش رہے---ان ہی پاکیزہ ہستیوں میں نازشِ علم وعمل حضرت فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی بھی شامل ہے---آپ نے ان تمام تحریکوں میں نمایاں کردار ادا کیا---

قبل اس کے کہ تحریکِ ختم نبوت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات پر روشنی ڈالی جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مختصر حالاتِ زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے:

آپ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے---آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب،

پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے--- آپ کی ولادت باسعادت ۱۶/رجب المرجب ۱۳۳۲ھ، بمطابق ۱۰/جون ۱۹۱۴ءکو ہوئی---

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد قدوۃ الاصفیاء مولانا ابو النور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)[۱] اور جدامجد حضرت مولانا احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء)[۲] سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء)[۳] سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہِ ہمالہ بن گئے---

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)[۴] اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)[۵] سے دورۂ حدیث شریف پڑھا--- حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو''---

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶/شعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳/نومبر ۱۹۳۳ءکو سند و دستارِ فضیلت عطا کی گئی--- اس موقع پر امام اہلِ سنت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ''ابو الخیر'' کنیت عطا فرمائی--- بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہِ زماں، محدثِ دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس (مجسمۂ فقاہت)، مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا--- ان گوناگوں اور متنوع القاب میں سے ''فقیہ اعظم'' کا لقب زبان زد خاص و عام ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی--- یہاں کا جاگیردارانہ ماحول اور ذرائعِ رسل و رسائل کا فقدان

اس مادرِ علمی کے پنپنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہو گئے--- اگر چہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص وللّٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان یونی ورسٹی میں بدل گیا--- اس دار العلوم کی عظمت کے آگے اہلِ علم وفضل کی گردنیں خم ہیں اور احیاءِ دین کے ابواب میں اس مدرسے کے ذکر کے بغیر نامکمل دکھائی دیتے ہیں---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی--- آپ نے درسِ حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا--- آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں---

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)[٦] کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے--- حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے سلاسلِ حدیث کی اسناد، مختلف اشغال واعمال اور اوراد ووظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم وفضل، تقویٰ وطہارت، تنظیم وسیاست اور ہمت واستقامت میں یکتائے روزگار تھے--- یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروّج علومِ دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو ''فقیہ اعظم'' تسلیم کیا---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجعِ خلائق تھی، ملک وبیرونِ ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے---

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعتِ نظر، عمیق مشاہدہ، قوتِ استدلال، صلابتِ رائے، جدتِ فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے---

حضرت فقیہ اعظم فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے--- آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درسِ حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمالِ جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں--- آپ اکیس بار حج وزیارت اور حاضریٔ حرمین کی سعادت سے شرف یاب ہوئے--- علاوہ ازیں کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بغداد معلیٰ، کوفہ، بصرہ، دمشق، حمص اور حلب وغیرہ میں متعدد انبیاءکرام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے عظام کے مزارات پر بھی حاضری دی---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت پر ان کی علمی ودینی خدمات کی وجہ سے فقاہت وثقاہت کا غلبہ رہا، مگر درحقیقت آپ جہاں سپہر فقاہت کے درخشندہ آفتاب تھے، وہیں ملکِ ولایت کے شہریار بھی تھے--- عام طور پر لوگ خرقِ عادت قسم کے واقعات ہی کو معیارِ ولایت سمجھتے ہیں، حالاں کہ اصل اہمیت سیرت وکردار کی ہے--- عشقِ مصطفیٰ، اتباعِ نبوی، شریعتِ مطہرہ پر عمل اور استقامت علی الحق ایسے تابندہ اوصاف ہی معیارِ ولایت، عین کرامت بلکہ کرامت سے بڑھ کر کرامت ہیں--- بحمدہٖ تعالیٰ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی ان اوصاف سے مملو تھی--- آپ کا وجودِ باجود مجسمۂ کرامت تھا--- آپ کی پوری زندگی اتباعِ نبوی اور عشقِ مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی--- ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ کے مطابق تھی---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے--- وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی--- نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق بھی--- ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخِ کامل بھی--- ان گوناں گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جوادِ مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا---

اگرچہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہر گز نہ تھے، مگر ملک وملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دلِ ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افرادِ ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے --- چناں چہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریک پاکستان میں اپنے شیخِ کامل کی راہوں کے راہی بنے --- آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰/اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا --- تقاریر کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی، مخالفینِ پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل و براہین سے ختم کیا اور تحریکِ پاکستان کو قوت بہم پہنچائی ---

پاکستان قائم ہو گیا تو آپ کا دارالعلوم مہاجرین کا کیمپ بن گیا، آپ نے میزبان بن کر مہاجرین کا استقبال کیا اور انھیں قیام وطعام کی سہولتیں مہیا کیں --- جہاد کشمیر میں غازیٔ کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)[۷] کے ہم رکاب رہے ---

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوئے --- آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مرکزی مجلسِ عاملہ وشوریٰ کے رکن بھی رہے --- ۱۹۷۷ء کے ملکی انتخابات میں جمعیت کی قیادت کے اصرار اور علاقہ کے عوام وخواص اہلِ سنت کے پُرزور مطالبہ پر بطورِ امیدوار قومی اسمبلی اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں بطور قائد بھرپور حصہ لیا، اس موقع پر آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوتِ فکر وعمل دیتا رہے گا ---

حضرت فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعۃ المبارک، دوپہر ایک بجے وصال فرمایا --- حیاتِ ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی ---

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸/اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا --- تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی، جن میں کم وبیش چالیس ہزار نامور علماء ومشائخ اور حفاظ کرام شریک تھے --- نمازِ جنازہ غزالیٔ زماں حضرت علامہ

احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ [۸] نے پڑھائی---

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجعِ خلائق ہے---آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال یکم، دو رجب المرجب کو بڑی شان وشوکت اور احترام وعقیدت سے بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا میں منعقد ہوتا ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحبِ تصنیف عالم دین تھے، تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے تیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں فتاویٰ نوریہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے---فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں---علاوہ ازیں آپ نے صحیح بخاری، شروح صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کتب پر عربی حواشی تحریر کیے---

عقیدۂ ختم نبوت

اسلامی عقائد میں ''عقیدۂ ختم نبوت'' کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے---قرآنِ کریم کی نصوصِ قطعیہ اس کی اساس اور احادیثِ مبارکہ حجت ہیں---اس عقیدے پر قصرِ ایمان استوار ہے---اگر کوئی شخص اسلام کے تمام تر عقائد پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو، مگر نبیٔ آخر الزمان، حبیبِ رحمٰن، سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں معمولی سے بھی شک وشبہہ میں مبتلا ہو، تو وہ کسی صورت بھی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں، ایسا شخص بالاتفاق دائرۂ اسلام سے خارج ہے---

ختم نبوت کا عقیدہ فروعی قضیہ یا فقہی تنازعہ نہیں ہے، امت کا اجماعی مسئلہ ہے، جس پر قرآنِ کریم کی دسیوں آیاتِ مبارکہ اور بیسیوں احادیثِ طیبہ شاہد ہیں---جس طرح توحیدِ الٰہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے، اسی طرح تمام انبیاء ومرسلین اور تمام ادیانِ سماویہ کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خاتم النبیین'' ہیں اور سلسلۂ نبوت آپ کی ذات والا صفات پر ختم ہو چکا ہے---اب قیامت تک کسی اور نبی کے آنے کی قطعاً گنجائش نہیں---حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر داعیٔ نبوت کذاب ودجال اور فتنہ پرداز ہے---

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن کریم میں آپ کو خاتم النبیین کے وصف سے متصف کر کے

آپ کی خصوصی امتیازی شان کو بیان فرمایا:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ---[۹]

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں''---

''خاتم النبیین'' کی تشریح درج ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے---حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، فتاویٰ نوریہ میں رقم طراز ہیں:

وَ إِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ أَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ---[۱۰]

''اور بے شک قریب ہے کہ میری امت میں ہوں گے تیس بڑے جھوٹے، ان کا ہر ایک کہے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''---

اسی مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم وغیرہما کتبِ حدیث میں بکثرت ہیں---یہ دونوں پیشین گویاں (کہ امت میں نبوت کے جھوٹے مدعی ہوں گے اور حضور کے پیچھے کوئی نبی نہیں) آج تک برابر ظاہر ہو رہی ہیں--- کتنے ہی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں، حتی کہ سابقہ پنجاب میں بھی ایسے دعویٰ کیے گئے اور یہ حقیقت بھی آفتاب و ماہتاب سے زیادہ چمک رہی ہے کہ واقعی حضور ﷺ کے پیچھے کوئی نبی نہیں---ہاں اس حدیثِ پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کا یہی معنی ہے کہ ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں)---

اس حدیثِ پاک میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ تیس سے زائد نہیں ہوں گے تو لامحالہ زائد کی نفی ہرگز ہرگز نہیں، پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ ''کَاذِبُوْنَ ثَلٰثُوْنَ'' نہیں فرمایا گیا، جس کا معنی ہے جھوٹے تیس، بلکہ فرمایا ''کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ'' جس کا معنی ہے بڑے جھوٹے تیس--- اور بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ''دَجَّالُوْنَ'' کا اضافہ بھی ہے، کہ وہ بڑے جھوٹے، بڑے فریبی، ملمع ساز ہوں گے--- دجال و کذاب مبالغہ کے صیغے ہیں، یہ ان جھوٹوں پر

صادق ہیں جو بڑے جھوٹے اور بڑے فریبی اور ملمع ساز ہوں---اور ہر ایک مدعیٔ نبوت پر صادق نہیں کہ کئی بے چارے تو صرف ایک دو مرتبہ ہی یہ جھوٹا دعویٰ کر سکے اور زیادہ دیر تک جھوٹ نہ بک سکے---اور یوں ہی کئی بالکل کم عقل تھے یا ہوشیار نہیں تھے، تو فریب نہ دے سکے یا کسی ایک آدھ کو فریب دے دیا مگر کسی جماعتِ کثیرہ کو فریب نہ دے سکے، تو وہ دجال کیسے بنے؟

بہر حال یہ مخفی نہیں کہ کذاب و دجال وہ ہیں، جن کے جھوٹ اور فریب کا جال بڑا وسیع ہو، جو طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اپنے مشن کی پوری پوری سرگرمی سے تبلیغ کریں اور بڑے بڑے چست و چالاک مدعیانِ علم و عقل کو بھی اپنے دامِ تزویر میں پھنسا لیں---

و العیاذ باللّٰہ!

حضور ﷺ نے ''انا خاتم النبیین'' اور ''لا نبی بعدی'' فرما کر ایسے فریبوں کے پردے تار تار کر دیے ہیں---سبحان اللہ! قربان جائیں کیسی بہترین وضاحت ہے ''النبیین'' کا استغراقی لام اور ''نبی'' نکرہ بعد لائے نفی ہر قسم کے نئے نبی کی نفی کر رہے ہیں---عام ازیں کہ زمانۂ قریب میں ہو یا بعید میں، عرب میں ہو یا عجم میں، مدعی دجال و کذاب ہو یا کاذب و داجل، غرضیکہ اس قسم کی کثیر التعداد حدیثوں نے قرآنِ کریم کی طرح کسی بھی نئے نبی کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی---تو جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے، جھوٹا ہے---مولا تعالیٰ جھوٹوں سے بچائے---[۱۱]

فتنۂ قادیانیت

انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمائے تو انہوں نے مسلمانوں کو ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے گہری قلبی عقیدت و محبت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار پایا---انگریز اسی جذبے سے خائف تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ جذبہ ماند نہ پڑ جائے گا، تب تک مسلمانوں پر حکومت کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی---چناں چہ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک طرف تحریکِ نجدیت کی متعدد صورتوں میں سرپرستی کی، تو دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمانوں کی وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے تیار کیا---مرزا قادیانی نے انگریز سے وفاداری کا حق ادا کرتے ہوئے ترکِ جہاد کا دو ٹوک اعلان کیا اور کہا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور جدال

مرزا اگر دعویٔ نبوت نہ بھی کرتا، فقط جہاد کا انکار ہی اس کے کفریہ عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے کافی تھا---اس ننگِ انسانیت شخص نے ۱۸۸۵ء میں مجددیت کا دعویٰ کیا، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں مکمل نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی---اس شیطانی فتنہ کی روک تھام کی اوّلین کوشش کا سہرا اہل سنت و جماعت کے اکابرین کے سر سجتا ہے---امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ [۱۲] نے مسئلہ ختم نبوت اور ردّ مرزائیت پر تین کتابیں تصنیف کیں، بعد ازاں قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ [۱۳] نے تقریر و تحریر کے ذریعے اس کا ردّ بلیغ فرمایا اور مرزا کا اس کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد بھی خوب گرم تعاقب جاری رکھا---

قیام پاکستان کے بعد بھی فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے کے لیے بالخصوص علماء و مشائخ اہلِ سنت کی بھرپور جدوجہد جاری رہی---

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جملہ مکاتب فکر کے علماء و مشائخ نے فقیہ اعظم کے استاذ زادہ حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری قدس سرہ العزیز کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا--- حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حبِ رسول اور دینی و مسلکی غیرت حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے جلیل القدر اساتذہ سے ملی تھی، چناں چہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا--- عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ردّ قادیانیت میں دلائل و براہین سے مرصع خطابات کے ذریعے علاقہ بھر میں تحریک کو پروان چڑھایا اور دینی شعور بیدار کیا، جس کی پاداش میں حکومتِ وقت نے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے اور ۱۴؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ کو، آپ کے والدِ ماجد عمدۃ الاتقیاء، کشتۂ عشقِ مصطفیٰ، حضرت مولانا ابو النور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، تلمیذِ رشید اور دار العلوم کے صدر المدرسین حضرت مولانا ابو الضیاء باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ [۱۴] اور کئی دیگر اعزہ و تلامذہ سمیت

گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال بھجوادیا---گرفتاری کے موقع پر جب پولیس کی گاڑی میں بٹھایا جانے لگا تو آپ نے دارالعلوم کے طلبہ کو محنت سے پڑھنے اور صبر واستقامت اور ہمت وحوصلہ کے ساتھ تحریک جاری رکھنے کی تاکید فرمائی---اس وقت بصیر پور کے عوام کا جوش وخروش دیدنی تھا، حدِ نگاہ تک لوگ سڑک پر لیٹ گئے، ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت کو رہا کیا جائے، ورنہ ہمارے جسموں کو روند کر ہی حضرت کو لے جانا ہوگا---کئی گھنٹوں تک جاری رہنے والا یہ مظاہرہ اس وقت ختم ہوا جب حضرت نے خود باصرار لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا---آپ کی گرفتاری کی خبر دور دور تک پھیل گئی---ان دنوں ایک لائق و ہونہار طالب علم مولوی دل محمد آپ کے ہاں مدرسہ میں زیرِ تعلیم تھے اور آپ کی شفقت ومحبت سے بے حد متاثر تھے، اتفاق سے گرفتاری کے وقت وہ چھٹی پر تھے، جب گاؤں میں انہیں یہ خبر پہنچی تو تعجب سے کہنے لگے:

"ہمارے حضرت صاحب کو گرفتار کرلیا گیا ہے، اب یہاں رہنے کا کیا کام"---

یہ کہا اور موقع پر ہی جان، جانِ آفریں کے سپرد کردی---اللہ تعالیٰ اس شہیدِ محبت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائے---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور عملی جدوجہد کا اثر تھا کہ آپ کے تلامذہ نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، چناں چہ ساہیوال میں حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ[۱۵]، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری[۱۶] (اس وقت ساہیوال میں خطیب تھے)، مولانا صاحبزادہ غلام رسول[۱۷] حویلی لکھا اور دیگر تلامذہ کو ردّ مرزائیت کی بنا پر گرفتار کیا گیا---

جن دنوں حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری عمل میں آئی، اس وقت آپ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے والی جماعت میں خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شریف نوری قصوری[۱۸]، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد رمضان محقق نوری[۱۹] اور خطیبِ شیریں لسان حضرت مولانا غلام حسین نوری[۲۰] ایسے ہونہار اور جید فضلاء شامل تھے، چناں چہ انہوں نے کورس کی تکمیل اور سالانہ تعطیلات کے باوجود دارالعلوم میں رہ کر اپنے استاذِ گرامی کے مشن کو جاری رکھا اور تحریکِ ختم نبوت کے لیے سرگرم عمل رہے---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیل میں بھی درس و تدریس اور تبلیغ دین میں مصروف رہے، اس دوران میں علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۴۴ھ) کی شفاء شریف اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) کے مکتوباتِ امام ربانی وغیرہ بطورِ خاص آپ کے زیر مطالعہ رہیں---

رجب المرجب، مارچ کے مہینے میں آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تھی، رمضان المبارک شروع ہوا تو مئی کا وسط تھا اور گرمی زوروں پر تھی، ایسے میں متعدد ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن سے پتا چلتا ہے کہ نصرتِ الٰہی اور تائیدِ غیبی آپ کے شاملِ حال رہی--- ایسا ہی ایک واقعہ جسے جیل میں آپ کے ساتھی اور تلمیذ رشید فاتح عیسائیت حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ، فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، بانی جامعہ فریدیہ ساہیوال (تب منٹگمری) نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زیر مطالعہ شفاء شریف کے نسخہ کے ساتھ ملحق اضافی کاغذوں پر بطورِ یادداشت اسی وقت تحریر کر لیا تھا:

"رجب اور شعبان گزار کر رمضان شریف کی ۶ر تاریخ کو بعد نمازِ صبح آرڈر ملا کہ "سب اچھا" ہونے سے پہلے سنٹر خالی کر دو اور ڈی چکیاں میں چلے جاؤ--- بندہ اور مولوی غلام رسول (حویلی لکھا والے) نے "اثاث البیت" کو سروں پر اٹھایا، سنٹر سے ڈی تک ہجرت کی--- یہ چکیاں دیکھ کر طبعیتیں گھبرا گئیں، سخت گرمی کا موسم اور تین آدمیوں کا بالکل تھوڑی جگہ میں رات اور دن کو بند رہنا، باعثِ مصیبت نظر آ رہا تھا--- حضرت کی طبیعت میں قدرے پریشانی آئی، مگر فوراً الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ میرا رب بڑا قادر ہے، وہ اندر سے ہی ہوا بھیج سکتا ہے اور شملہ بنا سکتا ہے--- چناں چہ روزے کھول کر، نماز سے فراغت کے بعد بیٹھے ہی تھے کہ دل کو چین اور سکون حاصل ہوا--- خلافِ معمول حضرت کو نیند آ گئی، بندہ تھوڑی دیر پنکھا ہلاتا رہا، اتنے میں ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ مجھے بھی نیند آ گئی، حالاں کہ میں دوپہر کو سو چکا تھا--- کچھ دیر کے بعد حضرت نے خود ہی فرمایا، نماز پڑھ لیں--- میں نے وضو کر کے اذان پڑھی، آپ نے جماعت کرائی، نماز تراویح بھی بہت سکون سے پڑھی، بعدہٗ سو گئے--- سحری کے وقت ڈی چکی شملہ کو شرمندہ کر رہی تھی--- بجلی چمک

رہی تھی، بادل گرج رہا تھا، بھینی بھینی اور ٹھنڈی ہوا کی لہریں اجسام سے ٹکرا کر نیند مسلط کر رہی تھیں اور اعضاء کو ٹھٹھرا رہی تھیں---سحری کے بعد فوراً موسلا دھار بارش ہونے لگی اور سردی کی وجہ سے حضرت نے چادر اوڑھ لی“---

عبید النور ابوالنصر محمد منظور کفاہ نظرۃ النور، ڈی جیل منٹگمری

۸رمضان ۱۳۷۲ھ (۲۲ر مئی ۱۹۵۳ء)

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اور حضرت مولانا ابوالضیاء رحمۃ اللہ علیہ کو تو کچھ عرصہ بعد رِہا کر دیا گیا، جب کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو تین سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی، مگر نو ماہ بعد رہا کر دیے گئے---

حضرت مولانا ابوالنصر صاحب موصوف اپنے مشاہدات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

”مجھے نو دس ماہ تک جیل کی تنہائیوں میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، میں نے آپ کو انتہائی صاحبِ استقامت عظیم بزرگ پایا، مجھے وہ وقت یاد ہے جب لوگوں نے اصرار کیا کہ بہت سے علماء ضمانتوں پر رہا ہو رہے ہیں، آپ بھی ضمانت کرا لیں، تو مجھے اچھی طرح یاد ہے، آپ فرمایا کرتے، ہرگز نہیں، جو ہوگا دیکھیں گے، اگر سزا ہوئی تو پامردی کے ساتھ سزا بھگتیں گے مگر ضمانت پر نہیں جاؤں گا---

ایسے ہی صاحب استقامت لوگوں کے لیے خلاقِ کائنات کا فرمان ہے:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ---[فصّلت، ۴۱: ۳۰]

وہ جیل کی کوٹھڑی میں ہو یا گھر میں بیٹھا ہو، ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے---

جب آپ کو سزا سنائی گئی اور کھدر کا قیدیوں والا مخصوص لباس بھی دے دیا گیا، اس حال میں بھی آپ پر مکمل اطمینان کی کیفیت تھی--- بلاشبہہ آپ عظیم صاحبِ استقامت بزرگ، جلیل القدر محدث اور جلیل القدر اولیاء کرام کی صفِ اوّل کے ولیٔ کامل تھے---

[خطاب برموقع چہلم حضرت سیدی فقیہ اعظم، مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۸۳ء]

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ تحریکِ ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں بھی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تلامذہ نے بھر پور کردار ادا کیا--- تحریک کا آغاز یوں ہوا کہ مئی ۱۹۷۴ء کے آخر میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر چند طلبہ نے ختم نبوت کا نعرہ بلند کیا، قادیانی غنڈوں نے انھیں تشدد کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک شروع ہوگئی--- اس موقع پر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ مقامی سطح پر، بلکہ صوبہ پنجاب کے متعدد مقامات پر جلسوں اور میٹنگوں میں شمولیت کی--- بصیر پور اور گردونواح کے مرکزی مقامات پر آپ کی سرپرستی میں ہر ہفتے ایک دو جلسے ضرور ہوتے، جن میں حضرت خود شریک ہوتے، صدارتی کلمات ارشاد فرماتے، جس سے تحریک کو تقویت ملی--- آپ ان اجتماعات میں مسئلۂ ختم نبوت کی علمی انداز میں وضاحت کرتے اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ملک وملت کے خلاف ان کی سازشوں سے آگاہ کرتے اور فرماتے کہ منکرینِ ختم نبوت کافر ہی نہیں مرتد ہیں، شریعتِ اسلامیہ میں ان کی سزا قتل ہے، تاہم مسلمانوں کا کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ حکومت انہیں فی الفور ذمی قرار دے اور آئینی طور پر ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اعلان کرے--- ان جلسوں میں عوام کا عظیم اجتماع ہوتا--- اس اثنا میں یوں تو متعدد علماء کرام کے خطابات ہوئے، مگر چند بڑے بڑے اجتماعات میں علامہ احمد علی قصوری[۲۱]، علامہ شبیر احمد ہاشمی[۲۲]، علامہ ابوالفیض علی محمد نوری، علامہ محمد عارف نوری[۲۳] نے تاریخی خطابات کیے--- ان ایام میں راقم اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم دیگر طلبہ نے بھی علاقہ بھر کی مساجد میں ایک طے شدہ پروگرام کے تحت خطابات کیے اور تحریک کے حق میں فضا سازگار بنانے کی مقدور بھر کوشش کی--- انھی ایام میں ''سوادِ اعظم کے مطالبات'' کے عنوان سے آپ نے ایک اشتہار مرتب کر کے شائع کرایا، جو دارالعلوم سے شائع ہونے والے پمفلٹ میں بھی چھپا:

سواد اعظم کے مطالبات

ہم ارا کینِ حکومت کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا اپنا ملی و مذہبی وقومی فرض سمجھتے ہیں کہ:

❶...... چوں کہ ربوہ اسٹیشن کا بلوائی واقعہ کسی خصوصی گہری سازش کا نتیجہ ہے، لہٰذا ان کے امیر مرزا ناصر احمد اور دوسرے ذمہ دار افراد کو گرفتار کیا جائے---

❷...... قادیانیوں کی خطرناک مذہبی و سیاسی عیاری کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں فوری طور پر اقلیت قرار دیا جائے، تاکہ عامۃ المسلمین ان کے دام ہم رنگ زمین سے محفوظ رہ سکیں---

❸...... قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فوراً الگ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل نہ کر سکیں اور مملکتِ خداداد پاکستان کا وجود ہر خطرہ سے محفوظ رہے---

❹...... ''ربوہ'' کو کھلا شہر قرار دیا جائے، تاکہ ریاست در ریاست کا تصور ختم ہو---

❺...... اندرونِ وطن و بیرونِ وطن پاکستان دشمن طاقتوں کے ساتھ مرزائیوں کے گٹھ جوڑ کی تفتیش کی جائے، خصوصاً اسرائیل میں قادیانیوں کے مشن کے اغراض و مقاصد کا جائزہ لیا جائے، تاکہ ان کی شر پسندانہ حرکات کا تدارک ہو سکے---

❻...... بعض قادیانی زعماء پاکستان کی حکومت اور عوام کے خلاف بیرونی ممالک میں جس قسم کا زہریلا پراپیگنڈا کر رہے ہیں، اس کی روک تھام کے لیے سفارتی سطح پر اقدامات کیے جائیں، نیز ایسے لوگوں کے پاسپورٹ منسوخ کر کے قرار واقعی سزا دی جائے---

[انجمن حزب الرحمٰن، شعبہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، ماہانہ مجلّہ، سلسلہ تبلیغ ۱۱۹، جمادی الآخرۃ ۱۳۹۴ھ/ جولائی ۱۹۷۴ء، صفحہ ۲]

۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کی--- سیاست میں آنے سے بہت پہلے ہی علامہ نورانی کے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت بھرے تعلقات تھے، اس تحریک میں بھی وہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے رہنمائی لیتے رہے--- قومی اسمبلی میں ان کی پیش کردہ

قرار داد کی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھرپور حمایت کا اعلان کرتے رہے، بالآخر یہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی دن علماء ومشائخ وعوام کی کاوشوں اور قربانیوں سے ملکِ پاکستان میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا---

اس تحریک میں آپ کے متعدد تلامذہ نے حصہ لیا، جن میں مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ ساہیوال، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری وہاڑی، حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری، حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری [۲۴] بصیر پور، مولانا غلام حسین نوری ساہیوال، مولانا زید احمد نوری [۲۵] میاں چنوں، مولانا عبدالعزیز نوری [۲۶] حویلی لکھا، مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی [۲۷]، مولانا قاری عبدالستار نوری [۲۸] دیپال پور، مولانا محمد محسن قصوری [۲۹] بہاول نگر، مولانا محمد منشاء تابش قصوری [۳۰]، مولانا محمد عارف نوری، منڈی مرید کے، ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری [۳۱]، مولانا قاری حافظ نور محمد نوری [۳۲]، مولانا محمد شریف بدر [۳۳]، مولانا صابر علی وٹو نوری [۳۴] لاہور، مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری [۳۵] قصور، مولانا حافظ نذیر احمد نوری [۳۶] گوجرانوالا، مولانا محمد یار گوہر [۳۷] کراچی، علامہ شبیر احمد ہاشمی اور علامہ احمد علی قصوری وغیرہ علماء کرام کے اسماء گرامی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں--- مؤخر الذکر دونوں حضرات تو نہایت ہی سرگرم عمل رہے اور تحریک کی کامیابی کے لیے ملک کے طول وعرض میں تبلیغی دورے کرتے رہے--- ان پر کئی مقدمات بنے، لاہور، میاں والی، ملتان کی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں---

مقالہ میں مذکور رجال کے مختصر حالات کے لیے حوالہ جات

۱...... ''حضرت باباجی خواجہ ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ''، محمد محبّ اللہ نوری، مطبوعہ ستمبر ۲۰۰۸ء/ فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۹۰

۲...... کتابچہ ''باباجی محمد صدیق''، صفحہ ۷ تا ۸/ انوارِ حیات، مولانا محمد باقر ضیاء النوری، صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۱

۳...... انوارِ مکتوباتِ فقیہ اعظم، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۸

۴...... سیدی ابوالبرکات اپنے مکتوبات کے آئینے میں، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۳۴ تا ۴۲

۵...... مصدرِ سابق/ حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۴۱۷ تا ۴۱۸

۶......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ۵۷تا۵۹

۷......محدثِ الوری کی فقہی خدمات کا جائزہ، سیدہ مریم، صفحہ۴۸ تا۵۱/ تذکرہ اکابر اہلِ سنت، علامہ عبدالحکیم شرف قادری

۸......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ۱۶۴

۹...... الاحزاب،۳۳:۴۰

۱۰...... مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، حدیث ۵۴۰۶

۱۱......فتاویٰ نوریہ، ج ۵، ص۲۶۴ تا ۲۶۶

۱۲......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۵۶ تا ۵۷

۱۳......مہر منیر، مولانا فیض احمد، گولڑا شریف، مطبوعہ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور

۱۴......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات مدینہ، صفحہ۱۲۳ تا ۱۲۵/ تذکارِ فقیہ اعظم و اکمل شرح ’’حقیقت دی گل‘‘، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ۱۳ تا ۲۰

۱۵......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ۱۲۶/ انوارِ مکتوباتِ فقیہ اعظم، صفحہ۱۵۲/ ماہ نامہ نور الحبیب، ستمبر ۲۰۱۹، صفحہ۷۸ تا ۸۰

۱۶......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ۷۶تا۷۷

۱۷......صاحبزادہ مولانا غلام رسول نوری علیہ الرحمۃ، حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے مرید و تلمیذ تھے--- نسبی تعلق ارائیں خاندان سے تھا--- ان کے جد امجد حضرت خواجہ محمد عبدالحلیم علیہ الرحمۃ سلسلہ چشتیہ کے شیخِ طریقت اور حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے استاذ گرامی حضرت مولانا خواجہ فتح محمد علیہ الرحمۃ، محدثِ بہاول نگری کے شیخ و مرشد تھے---

صاحبزادہ صاحب کی ولادت 25/ اگست 1926ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد عبد الرحمٰن سے حاصل کرنے کے بعد حویلی لکھا کے سکول میں داخلہ لیا--- 1942ء میں میٹرک کیا، سکول کے دَور میں فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے--- میٹرک کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا، 1946ء تک درس نظامی کی تعلیم کے بعد 1947ء میں حزب الاحناف، لاہور سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا--- فراغت کے بعد تجارت کو اپنا پیشہ بنایا---

وہ دراز قد، سرخ وسفید رنگ، خوب صورت، وجیہ اور منجھے ہوئے عالم دین تھے--- عربی کے علاوہ فارسی کا بھی عمدہ ذوق تھا--- وہ خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کے ماہر خوش نویس تھے--- دینی اور سماجی معاملات ومسائل میں عوام وخاص کی رہنمائی کرتے--- انجمن ارائیاں، حویلی لکھا کے جنرل سیکرٹری بھی رہے--- انہیں اپنے شیخ ومرشد حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، ان کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے--- 1953ء کی تحریکِ ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں---

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اپنے والدِ گرامی اور حضرت استاذ العلماء محدث بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کیا--- وہ شرعی احکام کے خود بھی پابند تھے اور اپنی اولاد اور مریدین ومعتقدین کو بھی شریعت پر عمل کی تلقین کرتے تھے---

1973ء میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج پر گئے اور انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر حج کرانے کی سعادت پائی---

انہیں شرعی مسائل میں تحقیق کا عمدہ ذوق تھا، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف فیئ الزوال میں نمازِ عصر کے ابتدائی وقت کی تحقیق فرماتے ہوئے دو مثل کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے--- چنانچہ صاحبزادہ صاحب نے اس طریقہ کے مطابق دو سال تک محنت وکاوش کر کے دو مثل پر سایہ کی پیمائش کر کے وقت کا تعین کیا--- اگست 2006ء میں فالج کا حملہ ہوا، جس سے قوتِ گویائی اور سماعت متاثر ہوئی--- دورانِ علالت بھی اَوراد ووظائف کے معمولات جاری رکھے--- بالآخر 13/مارچ 2007ء کو کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی عزوجل سے جا ملے---

موصوف کے تین صاحبزادے محمد احمد، محمد آصف، محمد یوسف اور سات صاحبزادیاں ہیں--- اپنے جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے احاطہ میں تدفین ہوئی---

۱۸......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۶

۱۹......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۷

۲۰......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۸۳

۲۱......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۱/ ماہنامہ نور الحبیب، اکتوبر ۲۰۱۶ء، محمد محب اللہ نوری، اداریہ، صفحہ ۷ تا ۲۰

۲۲...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۲۷۸/ نور الحبیب، جون ۲۰۱۰ء، اداریہ، ص ۱۸-۱۹

۲۳...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۳۳۴ تا ۳۳۶

۲۴...... فتاویٰ نوریہ، مقدمہ فتاویٰ، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۶/ حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۹۱ تا ۹۳

۲۵...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۸۸ تا ۸۹

۲۶...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۶

۲۷...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۳

۲۸...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۴۶۸

۲۹...... مولانا محمد محسن قصوری، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے جلیل القدر فاضل تھے۔ فروری ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کے بعد ہارون آباد اور بہاول نگر کے علاقہ میں مقیم ہو گئے، عرصہ دراز تک دینی خدمات انجام دیں۔ وہ قابل مدرس، بہترین خطیب، خوش گفتار، خوش اطوار اور خلیق و ملنسار تھے۔ رجب ۱۴۱۱ھ/ فروری ۱۹۹۱ء میں وفات ہوئی۔

۳۰...... حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۵

۳۱...... ماہ نامہ نور الحبیب، مارچ ۲۰۲۰ء، ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب، محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۱۸ تا ۲۰

۳۲...... حافظ صاحب نابینا ہونے کے باوصف گوناگوں صلاحیتوں کے حامل تھے، کچھ عرصہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں شعبۂ تجوید و قراءت سے وابستہ رہے اور کئی سال تک اتفاق فونڈریز، لاہور کی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے--- وہ بیک وقت بہترین عالم دین، تجوید و قراءت کے ماہر اور خوش گلو مقرر و خطیب بھی تھے--- ۲۰/ سال لاہور میں تبلیغِ دین کی خدمات سر انجام دیتے رہے--- دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے دلی طور پر کوشاں رہتے--- دار العلوم کے سالانہ اجلاس کے موقع پر آپ کا بیان بڑی دلچسپی سے سنا جاتا--- حافظ صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی--- موصوف 7/ ستمبر 1985ء کو عالم آخرت کی طرف روانہ ہوئے---

[ماہ نامہ نور الحبیب، محرم الحرام ۱۴۰۵ھ، (بعنوان سید الشہداء رضی اللہ عنہ) میں تعزیتی شذرہ]

مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو مضمون بعنوان: ''مولانا الحاج حافظ نور محمد نوری''، ماہ نامہ نور الحبیب، مئی ۲۰۱۷ء، پروفیسر حافظ خلیل احمد نوری، صفحہ ۶۳ تا ۶۹

۳۳......مولانا محمد شریف بدر حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، وہ نامور عالم دین، بہترین خطیب اور گوناں گوں اوصاف کے حامل تھے--- دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے فراغت کے بعد ۱۹۶۶ء سے لاہور ہی میں قیام پذیر رہ کر دینی خدمات انجام دیتے رہے--- ان کے بڑے بھائی علامہ عبدالخالق شمس، بانی جامعہ شمسیہ، فیض باغ لاہور اور برادرِ اصغر مولانا محمد طفیل اظہر بھی دارالعلوم ہذا کے فاضل و مستفیض تھے---

علامہ بدر خوش وضع، خوش طبع، خوش لباس، خوش خوراک اور بہت اچھے مہمان نواز تھے--- ۴ر اپریل ۲۰۰۰ء کی صبح وفات ہوئی اور بعد عصر سمن آباد میں ان کی مسجد کے قریبی پارک میں نماز جنازہ ادا کی گئی، عوام کے علاوہ علماء کرام کی کثیر تعداد نے شمولیت کی--- حافظ محمد کامران حفظہ اللہ ان کے اکلوتے بیٹے ہیں---[ماہ نامہ نورالحبیب، مئی ۲۰۰۰ء]

۳۴......انوارِ مکتوباتِ فقیہ اعظم، صفحہ ۱۴۳

۳۵......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۷۸ تا ۱۷۹

۳۶......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۴/ ماہ نامہ نورالحبیب، جون ۲۰۱۰ء، اداریہ، صفحہ ۲۰ تا ۲۵

۳۷......حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، صفحہ ۲۲۱

✡✡✡✡✡

سفر مقدس

جانشین حضور سیدی فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی ۱۲ر جنوری ۲۰۲۵ء کو بصیر پور شریف سے مدینہ طیبہ کے لیے عازم سفر ہوں گے اور ۳ر فروری ۲۰۲۵ء کو مدینہ منورہ سے لاہور واپسی ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ--- پیرزادہ محمد نصر اللہ نوری، امّ ناصر، پیرزادہ سبطِ نور محمد، پیرزادہ محمد محمد، امّ محمد، صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری اور مولانا مفتی محمد اصغر نوری (جڑانوالا) رفقاءِ سفر ہوں گے--- الحمد للہ ربّ العٰلمین [ادارہ]

جاں فدائے تو یا رسول اللہ!

از تبرکات حضرت فقیہ اعظم مولانا
ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی محدثِ بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ

جاں فدائے تو یا رسول اللہ — دل گدائے تو یا رسول اللہ
جاں نثاری بکردن ست ایماں — بر ادائے تو یا رسول اللہ
جملہ قرآں درست توصیفت — از خدائے تو یا رسول اللہ
ہست یٰسٓ و وَالضُّحٰی، طٰہٰ — در ثنائے تو یا رسول اللہ
عرش سجدہ کنندہَ دائم — با وفائے تو یا رسول اللہ
شرق تا غرب شد ہمہ، ہر جا — مبتلائے تو یا رسول اللہ
فلک گردان و ارض افتادہ — در ہوائے تو یا رسول اللہ
از طفیلِ تو خلق جملہ شد — ما سوائے تو یا رسول اللہ
فقر و شاہی، فقیر و شاہاں شاہ — از عطائے تو یا رسول اللہ
وارہانیدنِ گنہ گاراں — مدعائے تو یا رسول اللہ
عرش تا فرش را صفا دیدم — از صفائے تو یا رسول اللہ

نور خستہ و زار بنہادہ
سر بپائے تو یا رسول اللہ

✧✧✧✧✧

حضرت فقیہِ اعظم اور مطالعۂ حدیث

مفتی محمد خان قادری

فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ کے بعد حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے بارے میں ذہن میں جو تاثرات پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

①......آپ مزاجِ اسلام اور اس کی روح سے آگاہ ہیں۔

②......عقائد میں اعتدال کی راہ پر گامزن تھے، افراط و تفریط سے محفوظ تھے۔

③......قرآن اور حدیث پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔

④......قرآن اور صاحبِ قرآن کے تعلق کو خوب جانتے تھے۔

⑤......ان کے دَور میں وسعتِ مطالعہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

⑥......وہ اہل الرائے اور اہلِ اجتہاد میں سے ہیں۔

⑦......اہل الرائے ہونے کے ساتھ ساتھ اصابتِ رائے کے درجے پر فائز ہیں، جو شرحِ صدر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

⑧......اصابتِ رائے کے علاوہ ان کی فکر میں صلابت ہے، جو مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔

⑨......ان میں جودتِ طبع ہی نہیں بلکہ جدتِ فکر بھی ہے۔

⑩......ان میں جمود و تعطل نہیں بلکہ حرکت و اجتہاد ہے۔

⑪......انہوں اسلام، صاحبِ اسلام اور مسلکِ اہلِ سنت کا دفاع قصے کہانیوں سے نہیں بلکہ قرآن وسنت کی نصوص سے کیا۔

⑫......اگر وہ تہذیب کے فرزند نہیں تو ''ابلۂ مسجد'' بھی نہیں۔

⑬......فقہی جزئیات کے وہ حافظ محسوس ہوتے ہیں۔

⑭......علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ فراست وبصیرت کا پیکر ہیں۔

⑮......قرآن وسنت کی روشنی میں عصری مسائل کا حل اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں۔

ہم کسی دوسری نشست میں مذکورہ تمام موضوعات پر ''فتاویٰ نوریہ'' کی روشنی میں تفصیلاً گفتگو کریں گے، یہاں صرف ایک عنوان ''حضرت فقیہِ اعظم اور مطالعۂ حدیث'' پر گفتگو مقصود ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ہمارے اسلاف نے بڑی محنت اور جدوجہد کے ساتھ کتاب وسنت سے مسائل کا استنباط واستخراج کیا اور ہمارے لیے علم الفقہ مرتب فرمایا۔ان کا مقصد جہاں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا تھی، وہاں اپنے دَور کے پیچیدہ مسائل کا حل بھی تھا، جو انہوں نے احسن انداز میں نبھایا۔ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ ہمارے بعد آنے والے مفکرین قرآن وسنت کے بجائے ہماری آراء پر ہی اکتفا کرلیں۔

ہمارے ہاں اکثر طور پر (اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ) کتاب وسنت کا مطالعہ عنقا ہوتا جارہا ہے، جتنا وقت ہم دیگر فنون کو دیتے ہیں، اس کا چوتھائی حصہ بھی علوم قرآن اور علوم حدیث کو نہیں دیتے، یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان اور جدید ذہن ہماری باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا کیوں کہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے کتاب وسنت سے دلائل فراہم کیے جائیں اور ہماری نظر فقہی جزئیات پر تو ہے اور ہونی چاہیے مگر نصوصِ قرآن وسنت سے ہمارا دل ودماغ خالی ہے۔جب بھی ہمارے ہاں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اکثر علماء کتابِ فقہ کی طرف رجوع کرکے اس کو حل کرتے ہیں اور اس ترتیب کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا جو ہماری اصولِ فقہ کی کتاب میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اصولِ شرع میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا اہم فریضہ ہے۔جس طرح اصولِ شرع کے چار ہونے میں اتفاق ہے، اسی طرح ان کی ترتیب میں بھی اختلاف نہیں۔سب سے پہلے

قرآن، پھر سنت، پھر اجماع اور اس کے بعد قیاس کا درجہ ہے۔

شیخ عبدالوہاب خلاف رقم طراز ہیں:

وَ هٰذِهِ الْاَدِلَّةُ الْاَرْبَعَةُ اتَّفَقَ جُمْهُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا، وَ اتَّفَقُوْا أَيْضًا عَلٰى أَنَّهَا مُرَتَّبَةٌ فِي الْاِسْتِدْلَالِ بِهٰذَا التَّرْتِيْبِ: الْقُرْآنُ، فَالسُّنَّةُ، فَالْاِجْمَاعُ، فَالْقِيَاسُ---[۱]

”جس طرح ان ادلۂ اربعہ سے استدلال پر جمہور مسلمانوں کا اتفاق ہے اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ استدلال کے وقت ان میں ترتیب کا ملحوظ رکھنا ضروری وواجب ہے، پہلے قرآن، پھر سنت اور پھر اجماع وقیاس“---

ہاں! یہ بات ضروری ہے کہ قرآن میں غور وفکر سنت کی روشنی میں ہوگا، کیوں کہ اگر صاحبِ قرآن کی سنت کو ترک کر کے قرآن میں غور وفکر کیا گیا تو اس سے ہدایت کا حصول تو کہاں، گمراہی کا خطرہ ہے۔

جب ہم اس حوالے سے فتاویٰ نوریہ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا ہر فتویٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترتیب کو ہر جگہ قائم رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اوّلین کوشش ہوتی ہے کہ اس مسئلہ کو قرآن وسنت کی نصوص سے حل کیا جائے اور اس میں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ پر کامیابی عطا فرمائی۔ یہاں ہم فتاویٰ نوریہ سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جن میں صرف فقہی جزئیات سے استدلال کی بجائے فقیہ اعظم نے احادیث پیش کیں ہیں:

❶...... امامتِ نماز اور ٹوپی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمامہ استعمال فرمایا۔ اگر کوئی شخص یہ استعمال کرتا ہے تو اسے فضیلت حاصل ہوگی، لیکن اگر کوئی شخص ٹوپی پہن کر نماز پڑھتا یا پڑھاتا ہے تو اس سے نماز میں کراہت نہیں آئے گی کیوں کہ عمامہ سننِ زوائد میں سے ہے اور سننِ زوائد کے ترک پر کراہت لازم نہیں آتی۔ اس مسئلہ پر بعض علماء نے سختی سے کام لیا کہ امام کو ہر صورت عمامہ استعمال کرنا چاہیے، ہر مسجد میں یہ معاملہ پیش آیا خطیبِ اہلِ سنت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

(م۱۹۸۴ء) نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوال ارسال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

ہاں! ثابت ہے۔ امام حقانی قطبِ ربانی حضرت سیدی عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ کشف الغمۃ شریف، ج۱ص۸۵ میں فرماتے ہیں:

کَانَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَأْمُرُ بِسَتْرِ الرَّأْسِ فِی الصَّلٰوۃِ بِالْعِمَامَۃِ أَوِ الْقَلَنْسُوَۃِ، وَ یَنْھٰی عَنْ کَشْفِ الرَّأْسِ فِی الصَّلٰوۃِ---

''حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سترِ سر کا حکم دیا کرتے تھے اور نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے''---

تو یہ حدیثِ پاک کئی وجوہ سے دلیل ہے، سترِ سر کا حکم دینا اور ننگا سر کرنے سے منع فرمانا مکرر پتا دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی کافی ہے، پھر عمامہ یا ٹوپی فرمانا بھی اس کی دلیل ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرماتے تھے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔

آگے دوسری حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کَانَ یَلْبَسُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ وَ بِغَیْرِ الْعَمَائِمِ، وَ یَلْبَسُ الْعَمَائِمَ بِغَیْرِ الْقَلَانِسِ---[۲]

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوپی مبارک عمامہ شریف کے نیچے اور اکیلی ٹوپی مبارک اور اکیلا عمامہ شریف پہنا کرتے تھے''---

❷...... ذبیحۂ عورت اور حدیث

آپ سے عورت کے ذبیحہ کے بارے میں سوال ہوا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ جائز ہے، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۵۷ پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّہٗ کَانَ لَہٗ غَنَمٌ تَرْعٰی بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ جَارِیَۃٌ لَّنَا بِشَاۃٍ مِّنْ

غَنَمِنَا مَوْتًا، فَکَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ، فَسَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ فَأَمَرَهٗ بِأَكْلِهَا---[۳]

(''ہماری بکریاں مقام سلع پر چر رہی تھیں، ایک خادمہ نے بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو تیز پتھر کے ساتھ اسے ذبح کر دیا۔ حضور ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے کھانے کا حکم ارشاد فرمایا'')---

③...... بوہلی کا استعمال اور حدیث

مولانا عبدالرحیم سکندری نے سانگھڑ سے لکھا کہ گائے، بھینس، بکری کا دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد دو تین دن نکلتا رہتا ہے اور گاڑھا ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھی دودھ جیسا سفید نہیں ہوتا، اس کا کھانا آیا جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے قرآنی دلائل دینے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے یہ بات ثابت کر دی کہ اس کا استعمال جائز ہے۔ فرماتے ہیں:

''مسند احمد بن حنبل، جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۱۴ اور سنن ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷ میں ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل کو اس قسم کا دودھ (جس کو عربی زبان میں لِبأ کہا جاتا ہے) دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بطورِ تحفہ بھیجا۔ ترمذی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

أَنَّ کَلَدَةَ بْنَ حَنْبَلٍ، أَخْبَرَهٗ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَیَّةَ بَعَثَهٗ بِلَبَنٍ وَ لِبَإٍ وَضَغَابِیْسَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ---

''حضرت کلدہ بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت صفوان بن امیہ نے دودھ، بوہلی اور ککڑیاں دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں بھیجا''---

تو اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ صحابی حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں کیوں پیش کرتے۔

نیز مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۳، صفحہ ۳۰۷، حدیث رقم: ۱۴۲۹۹ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو تناول فرمایا:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَكَلَ لِبَأً، ثُمَّ صَلّٰی وَ لَمْ یَتَوَضَّأْ---[۴]

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بوٹی کھائی پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا“---

❹...... دعا بعد از نماز جنازہ اور حدیث

جنازہ کے بعد دعا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ جائز نہیں، ان کی طرف سے ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ اس پر کوئی حدیث پیش کرو۔ اکثر طور پر جو حدیث پیش کی جاتی تھی وہ یہ تھی:

اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَاءَ---

لیکن اس کی وہ یہ توجیہ کرتے کہ اس سے جنازہ کے اندر دعا مراد ہے نہ کہ بعد میں۔ فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ متعدد احادیث اس پر ذکر کیں۔ ہم صرف دو کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

① ...... بدائع صنائع، جلد ا، صفحہ ۳۱۱، طبع مصر میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ، وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ---

”جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لیے (جس پر ابھی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے) دعا و استغفار کر لو“---

② ...... حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر بولے:

اِنْ سَبَقْتُمُوْنِیْ بِالصَّلَاۃِ عَلَیْہِ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالدُّعَاءِ لَہٗ---[۵]

”آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو“---

❺...... قبل از اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل

اذان کے بعد دعاءِ وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنا سنت ہے اور اس سے پہلے جائز ہے کیوں کہ جس طرح ہر کام کی ابتداء میں اللہ کا نام لینا چاہیے اسی طرح اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا ذکر بھی برکت کا سبب ہے۔ بعض لوگ اذان سے قبل درود شریف کو بدعت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح کا کوئی عمل سنتِ نبوی میں نہیں ملتا کہ اذان سے پہلے صحابہ کچھ پڑھتے ہوں۔ حافظ جان محمد قادری نے عارف والا سے یہی سوال آپ کی خدمت میں ارسال کیا تو آپ نے مشہور مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل احادیث سے تحریر فرمایا کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو نجار کی ایک خاتون (جو صحابیہ تھیں) فرماتی ہیں کہ میرا گھر جو آس پاس کے تمام گھروں سے اونچا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس پر دیا کرتے تھے، آپ سحری کے وقت اس پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے، جب فجر طلوع ہوتی تو ان کلمات سے دعا کرتے اور پھر اذان دیتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ وَ اَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا عَلٰی دِیْنِکَ---

''اے اللہ! میں تیری حمد کرتا ہوں، میری مدد فرما اس بات میں کہ قریش تیرے دین کو مان لیں''---

وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُہٗ کَانَ تَرَکَھَا لَیْلَۃً وَّاحِدَۃً : ھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ---

''اللہ کی قسم میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کسی رات بھی ان کلمات کو چھوڑ دیا ہو''---

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد آپ بطورِ استخراج فرماتے ہیں:

''تو اس حدیث شریف سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس دعا کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور دعا کی سنتوں میں اوّل و آخر درود شریف بھی داخلِ سنت ہے۔ تو درود شریف بھی ثابت ہوا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خود اس دعا کو سن کر منع نہیں فرمایا، ورنہ رک جاتے اور ہمیشہ نہ کہتے تو یہ حدیث تقریری بنی، تو مرفوع حدیث سے ثبوت ہو گیا جب کہ قرآن حکیم کے مطلق حکم سے بھی ثابت ہے''---[٦]

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت نے مسئلہ مذکورہ پر حدیث سے کتنی واضح اور صریح دلیل پیش کر دی، جو آپ کا حصہ ہے۔ اب اس میں یہ امکان تھا کہ کوئی منکر یہ کہہ دے

کہ ہوسکتا ہے یہ حدیث ضعیف ہو، اس لیے حضرت نے بطور سند وحوالہ فرمایا۔

ابوداؤد، جلد۱، صفحہ ۷۷/سنن بیہقی، جلد۱، صفحہ ۴۲۵ ’’یہ حدیث حسن ہے‘‘۔ حافظ حدیث ابوالفضل ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد۲، صفحہ ۸۱ میں فرماتے ہیں: ’’اسنادہٗ حسن‘‘ پھر ابوداؤد کی شرح عون المعبود جو ایک غیر مقلد کی شرح ہے، اس کی جلد۱، صفحہ ۲۰۴ میں بھی اس حدیث کی شرح میں کوئی اعتراض نہیں اور یونہی اس کی شرح بذل المجہود، جلد۱، صفحہ ۲۹۸ میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔[۷]

❻...... عطیۂ خون پر حدیث صریح سے استدلال

بعض علماء نے عطیہ خون کے خلاف دلائل دیتے ہوئے کہا تھا کہ انسانی خون کے استعمال میں انسانیت کی اہانت ہے، اس کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

’’سرکارِ دوجہاں ﷺ جو انسانیت کی بھی جان ہیں ان کا خون مبارک جو پچھنے والی سینگی لگوانے کے وقت خارج ہوا، صحابہ کرام کی ایک جماعت (جن میں حضرت مولا علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابوطیبہ رضی اللہ عنہم ہیں) نے بطورِ تبرک نوش کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا‘‘---

اس کے بعد وہ روایات نقل کیں اور اس کے بعد لکھا:

’’جب سرکار ﷺ کا خون مبارک بطورِ تبرک نوش کرنا جائز ہوا اور بے ادبی نہ بنا، حالاں کہ ان کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں، تو مومن کی جان بچانے کے لیے عام انسان کا خون استعمال کرنا کیوں کر بے ادبی بن سکتا ہے بلکہ اس میں انسانیت کی عزت ہے کہ غازی کی زندگی کی حفاظت ہے‘‘---[۸]

❼...... عورت سے مصافحہ اور حدیث

آپ کی خدمت میں کسی نے سوال بھیجا کہ بعض علاقوں میں مرد عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور یہ بات ضروری سمجھی جاتی ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے کیا خوب لکھا:

مرد کا غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے، ہماری پیاری ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں:

وَ اللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ ---

[البخاری، صفحہ۷۹۶، جلد۲]

''اللہ کی قسم! حضور ﷺ کے مبارک ہاتھ نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ نہیں چھوا''---

حالاں کہ آپ سب امت کے باپ ہیں تو کس کا جائز ہوا؟ جو لوگ جائز کہتے ہیں، جاہل ہیں۔[۹]

⑧...... عند الضرورت قبر کے پاس چراغ جلانے کا حدیث سے ثبوت

آپ کی خدمت میں حافظ عبد الوہاب، موضع پختہ ڈولہ دیپال پور نے سات سوال ارسال کیے، جن میں عرس، فاتحہ، استعانت اور قبر پر چراغ جلانے کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ عرس کا جواب بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا، جو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث اور فقہ سے بیسیوں حوالہ جات دیے۔ ان میں سب سے کمزور ترین مسئلہ قبر پر چراغ جلانا تھا۔ اس پر بھی آپ نے ایک حدیث پیش کر دی، جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ ضرورت کے وقت قبر کے پاس چراغ جلایا جا سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''قبر پر چراغ جلانا ممنوع ہے کہ قبر حقِ مقبور ہے، اس میں تصرف نہ کیا جائے اور بعض احادیث سے ثابت ہے، مگر اس سے یہ سمجھنا کہ قبر کے پاس نیتِ صالحہ سے بھی ممنوع ہے، غیر صحیح ہے۔ کیوں کہ بعض احادیث میں ''علی'' آیا ہے اور ''علی'' کا معنی استعلاء ہے، نہ کہ عند و لدیٰ کہ مخالف دلیل پکڑ سکے اور بلا دلیلِ شرعی عدول عن الحقیقۃ سخت منع، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اٹھ جائے''---

بلکہ غرضِ صحیح کے ساتھ قبر کے پاس خود نبی کریم ﷺ کے سامنے چراغ جلانا مروی ہے کہ سنن ترمذی شریف، صفحہ۱۲۷، جلد۱ میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ قَبْرًا لَّیْلًا، فَأُسْرِجَ لَہٗ سِرَاجٌ، فَأَخَذَہٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ، وَ قَالَ: رَحِمَکَ اللّٰہُ، إِنْ کُنْتَ لَأَوَّاھًا تَلَّاءً

لِلْقُرْآنِ، وَ کَبَّرَ عَلَیْهِ أَرْبَعًا---

اوراس حدیث کی تحسین بایں الفاظ فرمائی ہے:

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ---[۱۰]

⑨...... حدیث سے حلتِ خرگوش پر استدلال

خرگوش کے بارے میں بعض لوگ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ یہ حلال نہیں بلکہ حرام ہے، آپ کی خدمت میں مظفر گڑھ سے ماسٹر عبدالمجید نے لکھا اور آپ کی توجہ اس مسئلہ کی طرف دلوائی تو آپ نے اس پر رسالت مآب ﷺ کا عمل تحریر فرمایا، لکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے خرگوش کا گوشت قبول فرمایا۔[صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ۸۳۱]

تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حلال ہے۔[۱۱]

الفاظِ حدیث پر نظر

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعۂ حدیث پر ہم نے چند مثالیں ذکر کی ہیں، ورنہ فتاویٰ نوریہ اور آپ کی دیگر تصانیف کا ہر ہر صفحہ جہاں آپ کے دیگر علوم وفنون پر گہری دسترس پر شاہد ہے، اسی طرح علم حدیث پر کامل ادراک پر بھی گواہ ہے۔

ہم یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی جگہ کسی بھی عالم دین کو حدیث، سند حدیث یا اس سے متعلقہ کسی معاملہ میں کوئی دقت پیش آتی تو وہ فی الفور اس کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے، آپ کی شخصیت اس حوالے سے بھی ممتاز ہے کہ آپ کے دور کے بڑے بڑے علماء مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔اس بات کو واضح کرنے کے لیے یہاں ہم فتاویٰ نوریہ سے ایک سوال اور اس کا جواب من وعن نقل کرتے ہیں جو اس وقت کے عظیم نامور عالم دین کا الفاظِ حدیث کے بارے میں ہے:

الاستفتاء

رئیس المحدثین قدوۃ الاعلام حضرت الحاج مولانا محمد نوراللہ صاحب دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔اللہ کریم حضرتِ والا کو صحتِ کاملہ سے رکھے، آمین۔

مولوی وحیدالزمان غیر مقلد نے اپنی کتاب ھدیۃ المھدی کے صفحہ ۸۹ پر رؤیتِ باری کی فصل میں لکھا ہے:

وَ قَدْ رَاٰی النَّبِیّ ﷺ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ أَمْرَدٍ، لَہٗ وَفْرَۃٌ---

دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ ’’ذکر رؤیت فی صورۃ شاب امرد‘‘ حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے، حوالہ مطلوب ہے؟ حضرت کی وسعتِ نظر میں یہ روایت ہوگی، کرم فرمائیں۔

غلام مہر علی

مسجد نور، منڈی چشتیاں شریف ضلع بہاول نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

محقق ابنِ محقق فاضلِ نوجوان حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعدو علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد از دعواتِ عافیت و دارین آنکہ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، مگر چوں کہ میں کچھ معمر ہو چکا ہوں، لہٰذا ضرورت ہے کہ مجھے کوئی صاحب کتابیں نکال دے۔ پھر جو لکھتا ہے وہ بھی لکھے، بدیں وجہ کچھ دیر ہوگئی، بہرحال حدیث کے یہ الفاظ سارے تو نہیں، البتہ کچھ مل گئے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے باب المساجد کے فصل ثانی اور ثالث میں فی احسن صورۃ کے کلمات ہیں اور ترمذی شریف سورت ص کی تفسیر میں مسند امام احمد بن حنبل، جلد ا، صفحہ ۳۶۸ اور جلد ۵، صفحہ ۳۷۸ میں بھی ہے، مگر وہ کلمات نہیں ہیں۔ البتہ فیض القدیر شرح جامع صغیر، جلد ۴، صفحہ ۶ میں ہے:

وَجَاءَ فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ الْمَطْعُوْنِ فِیْھَا ’’رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ‘‘---

مگر یہ روایت مطعون بتائی اور کہیں اور نشان نہیں ملا۔ اگر کہیں مل جائے تو اطلاع دیں، البتہ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، جلد سابع میں علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث ذکر کی ہے، جو بالکل اس کے موافق ہے، جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ جلد ۷، صفحہ ۱۷۹۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ فِی الْمَنَامِ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ مُّوَفَّرٍ فِیْ خُفٍّ، عَلَیْہِ نَعْلَانِ مِنْ ذَھَبٍ، عَلٰی وَجْھِہٖ فِرَاشٌ مِّنْ ذَھَبٍ، قَالَ الْحَدِیْثَ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ، وَ قَالَ

ابْنُ حِبَّانَ : اِنَّہٗ حَدِیْثٌ مُّنْکَرٌ لِاَنَّ عُمَارَۃَ بْنَ عَامِرِ بْنِ حَزْمِ الْاَنْصَارِیَّ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اُمِّ الطُّفَیْلِ، ذَکَرَہٗ فِیْ تَرْجَمَۃِ عُمَارَۃَ فِی الثِّقَاتِ---

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۹۸۱-۸-۱۳ [۱۲]

اصولِ حدیث اور فنِ اسماءِ رجال پر نظر

اہلِ علم جانتے ہیں کہ حدیث سے اس وقت تک کامل طور پر استفادہ نہیں کیا جا سکتا جب تک اصولِ حدیث کے فن سے آگاہی نہ ہو۔ بہت سے لوگ اس فن سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے اضطراب کی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ اللہ کے فضل و احسان سے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس فن میں اپنے دور کے امام نظر آتے ہیں۔ آپ نے جہاں بھی حدیث پر گفتگو کی ہے، وہاں ائمۂ اصولِ حدیث کی آراء کو پیشِ نظر رکھا اور اصولِ حدیث کے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا۔ جب آپ کے دور میں عورتوں کے لکھنے کا مسئلہ درپیش ہوا اور بعض علماء نے اس کے جواز پر یہ روایت پیش کی:

لَا تُسْکِنُوْھُنَّ الْغُرَفَ وَ لَا تُعَلِّمُوْھُنَّ الْکِتَابَۃَ وَ عَلِّمُوْھُنَّ الْغَزْلَ وَ سُوْرَۃَ النُّوْرِ---

''ان کو بالاخانہ میں نہ ٹھہراؤ اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ، انہیں چرخہ کاتنے اور سورۃ نور کی تعلیم دو''---

تو آپ نے اس پر نہایت ہی علمی اور وقیع رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام آپ نے ''الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء'' رکھا۔ آپ کی یہ علمی تحریر فتاویٰ نوریہ کی جلد ۳، صفحہ ۵۳۷ تا ۵۶۱ پر پھیلی ہوئی ہے، جس کی ہر ہر سطر پکار رہی ہے کہ میرا لکھنے والا لکیر کا فقیر نہیں بلکہ وہ اپنے وقت کا عظیم محدث اور فقیہ ہے۔ اس میں سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔ آپ اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کر کے اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تو معلوم ہوا کہ وہ حدیث جس کا حوالہ مانعین حضرات دیا کرتے ہیں صحیح اور قابلِ استدلال نہیں، بلکہ ائمہ و مشائخ کرام نے تصریح فرمائی کہ وہ حدیث صحیح نہیں، اس کے راویوں میں کذاب اور واضع راوی ہیں، لہٰذا وہ حدیث موضوع ہے اور

قابلِ عمل نہیں۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ حدیث حضرت ابن عباس اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنھم سے مروی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند کا مدار جعفر بن نصر راوی پر ہے، جو جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا'' ---

اس کے بعد محدث ابنِ جوزی کی موضوعات، جلد۲،صفحہ ۲۶۸،امام جلال الدین سیوطی کی کتاب اللالی المصنوعہ، جلد۲، صفحہ ۱۶۸، قاضی شوکانی کی کتاب الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ، صفحہ ۱۲۷، میزان الاعتدال الامام الذہبی، جلد۱،صفحہ ۱۹۴، لسان المیزان للحافظ ابن حجر ،جلد۲، صفحہ ۱۳۱/اور دیگر حوالہ جات سے اپنی بات واضح فرمائی۔[۱۳]

حجیّتِ حدیث پر کتاب

آپ نے اللہ کے فضل واحسان سے حدیث کی حجیت پر باقاعدہ کتاب تصنیف فرمائی، جس کا نام ''حدیث الحبیب'' تھا،اس میں بیسیوں دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ پر اس طرح عمل کرنا لازم ہے جس طرح قرآن پر۔اس کے مقدمہ میں اس موضوع پر ضرورتِ تصنیف کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''اس نازک زمانے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیش گویوں کے عین مطابق بدعت و بے دینی کی ہزارہا خطرناک آندھیاں چل رہی ہیں، ہر طرف سے گمراہی کے سیلاب آرہے ہیں، حتی کہ یہ خطرناک طوفان بھی آ گیا، کہا گیا کہ صرف قرآن ہی معتبر ہے، وہی قابلِ قبول وعمل ہے اور حدیث کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی قابلِ قبول وعمل ہے، و العیاذ باللہ ربّ العٰلمین۔

ایسا کہنے والا کوئی فرد نہیں بلکہ باقاعدہ ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے جو پوری قوت سے یہ مہم چلا رہی ہے، لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے بھولے بھالے بھائیوں کی حفاظت کریں'' ---[۱۴]

یہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مطالعۂ حدیث کے حوالے سے مختصر گفتگو تھی، بقیہ موضوعات پر ان شاء اللہ آئندہ لکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے عظیم بیٹے صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری مدظلہٗ کو

جنہوں نے ایک صحیح جانشین ہونے کے حوالے سے آپ کی علمی امانت (فتاویٰ نوریہ) قوم تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں کامیابی عنایت فرمائی۔

اس میں بعض امور ایسے ہیں جن پر کام ابھی باقی ہے۔ مثلاً:

1. بعض عربی عبارات کا اردو ترجمہ
2. بعض حوالہ جات کی اصل عبارت
3. مشکل الفاظ کی حاشیہ میں تشریح وغیرہ
4. فقیہ اعظم کی وقیع سوانح

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے منتخب لوگوں کی ایک کمیٹی بنانا ضروری ہے، جو حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون کرے۔

حواشی

١...... علم اصول الفقه، ص١٨

٢......فتاویٰ نوریہ، ج١، مطبوعہ گنج شکر پرنٹرز، ١٩٩١ء، ص٥٠٣

٣......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٣٨٤

٤......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٤-٦٢٣

٥......فتاویٰ نوریہ، ج١، ص٤٠٧

٦......فتاویٰ نوریہ، ج٦، ص٣٤٢

٧......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٣٤١

٨......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٧-٥٦٦

٩......فتاویٰ نوریہ، ج٦، ص٣٥٠

١٠......فتاویٰ نوریہ، ج١، ص٦٥٢

١١......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٤٣٦

١٢......فتاویٰ نوریہ، ج٥، ص٩-٢٥٨

١٣......فتاویٰ نوریہ، ج٣، ص٥٥٣تا٥٥٥

١٤......حدیث الحبیب بحوالہ فتاویٰ نوریہ، ج٥، ص١٩٩

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o---[۱]

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی، کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے''---

عبدہ

تفسیر کبیر وروح المعانی میں ہے:

لَمَّا وَصَلَ مُحَمَّدٌ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِلَی الدَّرَجَاتِ الْعَالِیَۃِ وَ الْمَرَاتِبِ الرَّفِیْعَۃِ فِی الْمَعَارِجِ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدُ بِمَ اُشَرِّفُکَ قَالَ یَا رَبِّ بِاَنْ تُنْسِبَنِیْ اِلٰی نَفْسِکَ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ---[۲]

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں جب بلند درجوں اور اونچے مراتب پر پہنچے،

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اے محمد! بہت تعریف کیے گئے، کس چیز کے ساتھ میں آپ کو شرف دوں؟ آپ ﷺ نے عرض کی، یا رب! میرے عبد ہونے کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمانے کے ساتھ، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان میں آیت ﴿سبحٰن الّذی اسرٰی﴾ اتاری‘‘---

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ نے حدیث مذکور روایت کرنے کے بعد فرمایا:

’’چونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم اور تمام صفات کے مظہر اتم ہیں، اس لیے لفظ ’’عبدہ‘‘ کا اطلاق حقیقۃً صرف آپ ﷺ ہی کی ذات ستودہ صفات پر ہوتا ہے، آپ ﷺ کے ماسویٰ دوسرے حضرات کو مجازاً عبدہ کہا جاتا ہے---[۳]

لفظ عبد کو دیکھ کر اپنے جیسا کہنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ مطلقاً عبد نہیں فرمایا، بلکہ عبدہٗ فرمایا گیا، عبد کا معنی ہے، بندہ اور عبدہٗ کا معنی اس کا خاص بندہ۔ اور اس خصوصیت کا بیان مواہب کی عبارت سے ہو ہی چکا ہے۔ علامہ اقبال نے عبد اور عبدہٗ کا فرق کیا خوب نمایاں کیا:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

اِنّہٗ کی ضمیر

یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور یہ بھی مفسرین نے ذکر فرمایا کہ ’’انہ‘‘ کی ضمیر کا مرجع آں حضرت ﷺ ہیں۔ جس طرح مختلف تفاسیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان اور اعراب القرآن میں ہے۔ ساتھ ہی السمیع البصیر کی تفسیر ان تفاسیر میں بایں الفاظ ہے:

اَلسَّمِیْعُ لِکَلَامِنَا اَلْبَصِیْرُ لِذَاتِنَا---[۴]

’’بے شک آں حضرت ﷺ ہی سننے والے ہیں ہماری کلام کو، دیکھنے والے ہیں ہماری ذات کو‘‘---

الیواقیت و الجواھر اور فتوحات مکیہ میں ہے کہ انّہٗ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹتی ہے، باری تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتی---[۵]

اس تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ سے حضور ﷺ کے لیے خداوند قدوس کا دیدار ثابت ہوا---

آسمان و زمین کا سجایا جانا

ابن جوزی نے کتاب الماجریات فی الاسئلۃ و الجوابات میں نقل کیا کہ شب معراج،

عالم بالا میں ندا کی گئی:

یَا جَنَّةَ عَدْنٍ تَزَیَّنِیْ یَا دَارَ النَّعِیْمِ تَکَوَّنِیْ وَ یَا حُلَلَ الْاِنْعَامِ تَلَوَّنِیْ وَ یَا حُوْرُ تَبَخْتَرِیْ وَ یَا سَمٰوَاتُ افْتَخِرِیْ---

''اے جنت عدن! مزین ہوجا، اے نعمتوں کے گھر! خوشی سے جھوم، اے انعام کی پوشاکو! خوب رنگین ہوجاؤ، اے حورو! ناز سے چلو، اے آسمانو! فخر کرو''---

انھوں نے کہا:

اِلٰھَنَا مَا الْخَبَرُ؟---

''اے ہمارے معبود! کیا ہے خبر؟''---

فرمان الٰہی ہوا:

اَللَّیْلَةُ یَقْدِمُ لِزِیَارَتِنَا خَیْرُ الْبَشَرِ---[٦]

''اس رات تمام انسانوں سے بہتر میری زیارت کے لیے آرہے ہیں''---

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کُنْتُ تِلْكَ اللَّیْلَةَ نَائِمًا فَاسْتَیْقَظْتُ فَرَاَیْتُ الدُّنْیَا بَیْضَاءَ مِثْلَ النَّھَارِ---

''میں اس رات سو رہا تھا، پس بیدار ہوا، تو دنیا کو دن کی طرح سفید دیکھا، میں نے سوچا کہ اعلان کردوں کہ قیامت قائم ہوگئی''---

اتنے میں ہاتف نے کہا:

اَمْسِكْ یَا ابْنَ عَفَّانَ فَقَدْ رُقِیَ بِالْمَحْبُوْبِ اِلَی الْحَبِیْبِ---[٧]

''اے ابن عفان! ٹھہرو، کیوں کہ محبوب کو حبیب کی بارگاہ میں لے جایا گیا ہے''---

الغرض آسمانوں اور زمینوں کو خوب مزین کیا گیا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے عالم بالا و سفلی کے سجائے جانے کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں، رچی تھی شادی، مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے، ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

براق کا انتخاب

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے زہر الریاض اور ملا معین کاشفی نے معارج النبوۃ میں تحریر فرمایا کہ جب اللہ رب العالمین نے جبریل امین علیہ السلام کو براق لینے کا حکم فرمایا، تو وہ بہشت میں گئے، وہاں

چالیس ہزار ایسے براق پائے، جن کی پیشانی پر لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ تحریر تھا، ان میں سے ایک براق الگ ہو کر رو رہا تھا، کھانا پینا ترک کر چکا تھا، جبریل امین علیہ السلام کے دریافت کرنے پر عرض کی:

سَمِعْتُ بِاسْمِ مُحَمَّدٍ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً فَمَنَعَنِی الشَّوْقُ اِلَیْہِ عَنِ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ---[۸]

''چالیس برس ہوئے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک سنا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق نے مجھے کھانے پینے سے روک دیا''---

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اسی براق، صاحبِ الم و فراق کو پیارے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لیے منتخب فرمایا---

لفظِ براق کا ماخذ

بعض علماء نے فرمایا کہ لفظ براق کا کوئی ماخذ نہیں، بلکہ ابتداء ہی سے مخصوص سواری کا نام براق رکھا گیا۔ بعض نے فرمایا، بریق بمعنی روشنی سے لفظ براق اخذ کیا گیا ہے، کیوں کہ وہ سفید و منور تھا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ڈبی بکری کو شاۃ برقاء کہا جاتا ہے۔ چونکہ براق بھی دو رنگا تھا، اس لیے اسے براق یعنی ڈبا کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ براق کا مشتق منہ برق ہے۔ برق کا معنی ہے، بجلی، چونکہ وہ مرکوب بھی بجلی کی مانند تیز تھا، اس لیے اس کا نام براق رکھا گیا۔ یہ تمام وجوہ مواھب اللدنیۃ، الانوار المحمدیۃ اور مدارج النبوت سے ماخوذ ہیں۔ آخری وجہ (براق بمعنی بجلی) میں تیز رفتاری مذکور ہے---[۹]

صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف، نسائی شریف وغیرہ کتب احادیث میں براق کی سرعت رفتار کا بیان بایں الفاظ ہے:

یَضَعُ خُطْوَہٗ عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِہٖ---[۱۰]

''وہ اپنا پاؤں اپنی منتہائے نگاہ پر رکھتا ہے''---

اونٹ، گھوڑا وغیرہ جب اونچائی پر چڑھیں یا اس سے اتریں تو سوار کو مشقت ہوتی ہے۔ اللہ اللہ! پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے براق برق رفتار کی شان بے مثال و باکمال کا ملاحظہ کرو---

ابو یعلی و بزاز نے جلیل الشان صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کی، جس میں براق والا شان کا تذکرہ اس طرح ہے:

اِذَا اَتٰی عَلٰی جَبَلٍ اِرْتَفَعَتْ رِجْلَاہُ وَ اِذَا ھَبَطَ اِرْتَفَعَتْ یَدَاہُ---[۱۱]

''پہاڑ پر چڑھتے وقت براق کے پچھلے پاؤں لمبے ہو جاتے اور اترتے وقت اگلے پاؤں لمبے ہو جاتے''---

یہ اس لیے کہ پیارے محبوب ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ اس حدیث کا مفہوم تفسیر روح المعانی میں بھی ہے---[۱۲]

نزولِ ملائکہ و عمامۂ نور

نزہۃ المجالس میں ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے لے کر رسول اللہ ﷺ کے در دولت پر حاضر ہوں اور کتاب مذکور میں ہے کہ بہشت والے فرشتوں کے سردار رضوان، جنت سے سبز سندس کی پوشاک اور نورانی دستار لائے، جس پر چار سطروں میں تحریر تھا:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ، محمد نبیُ اللہ، محمد حبیبُ اللہ، محمد خلیلُ اللہ

رضوان فرشتے کی معیت میں چالیس ہزار ملائکہ نازل ہوئے:

وَ کَانُوْا قَبْلَ ذَالِکَ یُصَلُّوْنَ عَلٰی صَاحِبِ الْعِمَامَۃِ قَبْلَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ---[۱۳]

''یہ فرشتے اس سے پہلے قبل از پیدائش آسمان و زمین، دستار والے پر درود بھیجتے تھے''---

یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْعِمَامَۃِ کہتے تھے۔ جب رضوان نے بہشت سے اس دستار کو اٹھایا، تو دیگر ملائکہ نے بھی خداوند قدوس سے آں حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کی اجازت حاصل کی---

معارج النبوۃ میں ہے:

شب معراج ساٹھ ہزار فرشتے براق کے دائیں اور ساٹھ ہزار بائیں کھڑے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں نور عرش سے منور شمعیں تھیں، وہ اتنی روشن تھیں کہ لاکھوں چاند ستارے اور سورج جمع ہو جائیں تو بھی اتنی روشنی نہ ہو---[۱۴]

امام اہل سنت نے فرمایا:

تجلیٔ حق کا سہرا سر پر، صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

مواہب لدنیہ، زرقانی اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ شبِ معراج، جبریل امین علیہ السلام نے براق کی رکاب اور میکائیل نے لگام پکڑی---[۱۵]

مقام غور

اگر واقعۂ معراج کا بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ ملائکہ مقربین، بالخصوص جبریل امین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوکری وخدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تو معلوم ہوا کہ جس طرح انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ہیں، یونہی فرشتے بھی امتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مملکت وحکومت صرف زمین والوں پر ہی نہیں، بلکہ آسمان والے بھی اس در کے گدا ہیں---

ترمذی شریف میں ہے:

اَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ اَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ---[۱۶]

’’آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر، جبرائیل ومیکائیل ہیں اور زمین والوں سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہم) ہیں‘‘---

زمین وآسمان سے وزرائے گرامی قدر منتخب کرنے سے معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شاہی وسلطنت میں آسمان وزمین دونوں داخل ہیں۔ کیوں کہ یہ بین الاقوامی اصول ہے اور تمام ممالک کا دستور ہے کہ جو صوبہ مملکت میں داخل نہ ہو، اس سے وزیر کا انتخاب نہیں کیا جاتا---

جبریل کے کافوری ہونٹ

حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کا قالب کافورِ جنت سے پیدا ہوا، وہ سوچا کرتے تھے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ شب معراج اس کی حکمت ظاہر ہوئی اور وہ اس طرح کہ جب سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ جبریل امین علیہ السلام حیران ہوئے کہ کس طرح بیدار کروں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک پاؤں پر بوسہ دیا، کافورِ جنت کی ٹھنڈک سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہوئے---[۱۷]

حوروں کا حسن اور جنت کا رنگ و روغن

معجزۂ شق صدر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو فرمایا۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

اِنَّ جِبْرِیْلَ وَضَّأَہٗ بَعْدَ غَسْلِ قَلْبِہٖ---[۱۸]

’’دل پاک کو غسل دینے کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضو کرایا‘‘---

نزہتہ المجالس میں ہے:

بامر الٰہی حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی میکائیل علیہ السلام کو دیا، میکائیل علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کو، اس نے اسرافیل علیہ السلام کو اور اس نے رضوان علیہ السلام کو دیا، جس نے وہ پانی بہشت میں پہنچا دیا:

فَاَمَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْحُوْرَ الْعِیْنَ اَنْ یَّمْسَحْنَ بِہٖ وُجُوْھَھُنَّ فَفَعَلْنَ فَازْدَدْنَ نُوْرًا وَ حُسْنًا---[۱۹]

''پس اللہ تعالیٰ نے حور عین کو حکم فرمایا کہ یہ پانی اپنے چہروں پر لگائیں، انھوں نے یونہی کیا، تو ان کا نور وحسن بڑھ گیا''---

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پانی کی تقسیم کے بارے اپنا تخیل اس طرح بیان فرمایا:

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ ، یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر ، جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے ، وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی ، کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے
بچا جو تلووں کا ان کے دھوون ، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولہا کی پائی اترن ، وہ پھول گلزار نور کے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن، لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو ، یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

مقام مقربین میں نماز

خداوند قدوس اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صالحین کے آثار بہت پسند ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ہے:

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی---[۲۰]

''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنالو''---

ارشاد فرمایا گیا ہے، اپنی اس پسند کو مسنون فرمانے کے لیے مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ کو جاتے ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براق سے اتر کر ان مقامات مقدسہ میں نماز ادا فرمائی---

۱ مدینہ منورہ

سب سے پہلے یہاں نماز ادا فرمائی، کیوں کہ یہ مقام خود سرکار دو عالم افضل الخلق ﷺ کا دار الھجرۃ ہے، جسے قرآن میں الایمان، الدار اور ارض اللہ سے تعبیر فرمایا گیا---

۲ مدین

حضرت شعیب علیہ السلام کا مسکن ہے، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یہاں پر آٹھ برس رہے---

۳ بیت اللحم

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے---

ان تین مقامات کا ذکر شداد بن اوس کی اس حدیث میں ہے، جسے مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی نے بحوالہ بزاز وطبرانی و دلائل النبوۃ، بیہقی نقل کیا ہے اور فرمایا کہ علامہ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے---[۲۱]

٤ طور سینا

جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف ہم کلامی حاصل ہوا---[۲۲]

معلوم ہوا کہ آثار محبوبان خدا، اس کی بارگاہ میں محبوب ہیں اور وہاں نماز پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔

ایک پنجابی شاعر نے آں حضرت ﷺ کی یاد میں کیا خوب لکھا ہے:

حشر تک اوہ پاک راہواں سجدہ گاہواں بن گیاں
جنہاں راہواں تے میرے آقا دا پھیرا ہو گیا

استقبال کرنے والی جماعت

مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ ایک جماعت نے آپ ﷺ کو بایں الفاظ سلام کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَاشِرُ---[۲۳]

آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ جبریل نے عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ سلام کہنے والی جماعت حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ و التسلیمات) پر مشتمل ہے۔ زرقانی میں ہے کہ زیادتیٔ محبت کی وجہ سے تین مرتبہ سلام کہا گیا---

آپ اوّل ہیں: پیدائش میں--- روزِ قیامت مرقد انور سے باہر تشریف لانے میں---
اور--- دخول جنت میں---

آپ آخر ہیں: کیوں کہ اس دنیا میں آپ کا ظہور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہوا،

آپ کے حاشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا۔آپ تمام کے امام ہوں گے---

قبر میں نماز

صحیح مسلم شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰی قَبْرِ مُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْكَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَ هُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ---[۲۴]

’’یعنی شب معراج میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا،اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے‘‘---

فائدہ

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ابن ماجہ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُّرْزَقُ---[۲۵]

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے،روزی دیا جاتا ہے‘‘---

یونہی بیت المقدس میں انبیاء کا جمع ہونا اور آسمان وزمین کے مختلف مقامات پر فرداً فرداً ملنا بھی اس امر پر شاہد صادق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں مقید نہیں بلکہ وہ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں---

مسجدِ اقصیٰ

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہو معنی اول آخر!
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے تو انبیائے کرام علیہم السلام الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔مواہب لدنیہ میں ہے:

فَعَرَفْتُ النَّبِیِّیْنَ مَا بَیْنَ قَائِمٍ وَ رَاكِعٍ وَ سَاجِدٍ---[۲۶]

’’پس میں نے تمام نبیوں کو پہچانا،کوئی قیام میں ہے،کوئی رکوع کر رہا ہے

اور کوئی سجدہ میں ہے“---

زرقانی میں ہے:

جبریل علیہ السلام نے اذان دی، آسمان سے فرشتے اترے اور تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرشتوں اور رسولوں کو نماز پڑھائی---[۲۷]

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا ہی نرالی شان بخشی۔رسول تمام مخلوق کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسولوں کا بھی امام بنادیا۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

کروڑھا فرشتوں کی طرف سے استقبال

کتب احادیث و تفاسیر میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے آسمان کے قریب پہنچے تو اس آسمان کے محافظ اسماعیل فرشتے نے مع اپنے عملہ کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استقبال کیا، عملہ کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔تفسیر ابن جریر اور دلائل النبوت میں تعداد مذکور ہے:

وَ کَانَ بَیْنَ یَدَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ مَّعَ کُلِّ مَلَكٍ جُنْدُہٗ مِائَۃُ اَلْفٍ---[۲۸]

”اسماعیل فرشتے کے سامنے ستر ہزار ایسے فرشتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کا لشکر ایک لاکھ تھا“---

ستر ہزار کو ایک لاکھ سے ضرب دیں تو سات ارب بن جاتا ہے اور یہ تو قرآن کریم میں ہے:

یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ---[۲۹]

”اور فرشتوں کو جو حکم دیا جاتا ہے، وہی کرتے ہیں“---

معلوم ہوا کہ اللہ احکم الحاکمین کے حکم سے ملائکہ کے اس عظیم اجتماع نے آسمان دنیا سے پہلے، حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استقبال کیا، پھر جب آسمانوں سے گزرے تو ہر آسمان میں ایک یا دو نبیوں سے ملاقات ہوئی اور ان فرشتوں کا تو شمار ہی نہیں، جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہفت افلاک میں استقبال کیا، ساتویں آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں کثیر التعداد ملائکہ نے دو رکعت نماز پڑھی---

نزہتہ المجالس میں ہے:

ثُمَّ اَقْبَلَتِ الْمَلَائِکَۃُ زُمَرًا زُمَرًا یُّسَلِّمُوْنَ عَلَیَّ---[۳۰]

”نماز کے بعد فرشتے جماعت جماعت آکر مجھ پر سلام پڑھتے رہے“---

قیام تعظیمی

نزہۃ المجالس میں ہے:

حضور ﷺ نے آسمان میں ایک فرشتہ دیکھا، جو کرسی پر بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے سلام کہا، اس نے جواب دیا، لیکن آپ کے لیے کھڑا نہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا:

''اے فرشتے! تجھ پر میرا حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ سلام فرماتا ہے اور تو بیٹھا ہوا ہی جواب دیتا ہے؟ میری عزت وجلال کی قسم! ایک قدم پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب ﷺ کو سلام عرض کر، پھر قیامت تک تجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں---[۳۱]

جدّ الانبیاء سے ملاقات

زرقانی میں ہے:

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں خبر دینا کہ بے شک بہشت پاکیزہ مٹی اور میٹھے پانی والا ہے۔ اس کی کھیتی ''سبحان اللّٰہ اور الحمد للّٰہ اور لا الہ الا اللّٰہ اور اللّٰہ اکبر'' ہیں۔ یعنی یہ کلمات جتنی مرتبہ پڑھے جائیں، اتنے ہی بہشت میں پڑھنے والے کے لیے درخت پیدا ہو جاتے ہیں---[۳۲]

جبرائیل کی حاجت روائی

مواہب لدنیہ بمع زرقانی میں ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ سَلُوْنِیْ عَنْ عِلْمٍ لَّا یَعْلَمُہٗ جِبْرِیْلُ وَ لَا مِیْکَائِیْلُ---

''سوال کرو مجھ سے ایسے علم کا، جسے نہ جبرئیل جانے اور نہ میکائیل''---

کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''معراج کی رات حضور ﷺ کو جو معلومات حاصل ہوئیں، ان میں سے بعض آپ نے مجھے بتائیں''---

حضور ﷺ نے فرمایا:

میں ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں نور تھا۔ جب آپ کو آگ میں ڈالنے کے لیے منجنیق میں رکھا گیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کی:

''اے اللہ کے خلیل! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟''---

آپ نے فرمایا: ''تیرے متعلق کوئی حاجت نہیں''---

دوبارہ جبرائیل امین، میکائیل کوساتھ لائے، تو آپ نے فرمایا:

''نہ تیری طرف کوئی حاجت اور نہ میکائیل کی طرف''---

تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا اور کہا:

''اپنے رب کی طرف کوئی حاجت ہے؟''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''خلیل کی شان نہیں کہ اپنے محبوب سے کوئی جرح کرے''---

حضور ﷺ نے فرمایا:

اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بولنے کی اجازت دی، میں نے کہا، اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اور رسالت کے ساتھ چنا تو میں جبریل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بار بار حاضر ہونے کا بدلہ دوں گا---

معراج کی رات ایک ایسا مقام آیا، جہاں جبریل رک گیا، میں نے کہا، اے جبریل! کیا ایسے مقام میں دوست اپنے دوست کو چھوڑ دیتا ہے؟ جبریل نے عرض کی:

اِنْ تَجَاوَزْتُہٗ اِحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ---

''اگر میں اس مقام سے گزروں، تو نور کے سبب جل جاؤں''---

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یَا جِبْرِیْلُ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ اِلٰی رَبِّکَ---

''اے جبریل! کیا تجھے اپنے رب کی طرف کوئی حاجت ہے''---

جبریل نے عرض کی:

''روز قیامت جب پل صراط سے آپ ﷺ کی امت کا گزر ہوگا، تو مجھے پر بچھانے کی اجازت ہو کہ ان پروں کے اوپر سے آپ ﷺ کی امت گزرے''---[۳۳]

مظہر اتم

الیواقیت والجواہر میں ہے:

حضور ﷺ اسمائے الٰہیہ کی خاص جلوہ گاہوں کے پاس سے گزرے تو ان صفات کے ساتھ متخلّق بنتے گئے۔ مثلاً جب اسم ''الرحیم'' سے گزرے، تو آپ ﷺ رحیم بن گئے۔ جب اسم ''الغفور'' کی جلوہ گاہ سے گزرے، تو غفور بن گئے۔ جب ''الکریم'' کے مقام سے گزرے، تو

کریم بن گئے۔اسی طرح آپ ﷺ تمام صفات کے پورے پورے مظہر بن گئے---[۳۴]

یارِ غار کی آواز

مواہب لدنیہ، زرقانی میں ہے:

فَعِنْدَ ذَالِکَ نَادَانِیْ مُنَادٍ بِلُغَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ قِفْ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ---

''اس وقت مجھے ابوبکر کی آواز میں منادی نے ندا کی کہ ذرا ٹھہریں، بے شک آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے''---

میں اس تفکر میں تھا کہ ابوبکر یہاں کیسے آئے؟ اچانک اللہ رب العالمین کی طرف سے ندا آئی:

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ لِیَدْنُ الْحَبِیْبُ---[۳۵]

''اے سب مخلوق سے بہتر! قریب ہو جایئے، اے احمد! قریب آ، اے محمد! قریب آ، قریب آیئے حبیب!''---

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس ندا کو بیان فرمایا:

بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد! قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے

جب حضور سید عالم ﷺ مقام قاب قوسین پر پہنچے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری صلوٰۃ یہ تھی کہ میں کہہ رہا تھا:

سُبُّوْحَانِیْ سُبُّحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ---[۳۶]

''پاک ہوں میں ہر عیب سے، میری رحمت، میرے غضب پر غالب ہے''---

اور حضرت ابوبکر کی آواز کے بارے میں فرمایا:

موسیٰ علیہ السلام کا اُنس عصا کے ساتھ تھا، اس لیے بوقت مناجات ﴿وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی﴾[۳۷] کہہ کر عصا سے مشغول کیا اور آپ ﷺ کا انس آپ کے صاحب ابوبکر کے ساتھ ہے، اس لیے ہم نے ایک فرشتہ پیدا کیا، جس نے ابوبکر کی آواز میں آپ ﷺ کو خطاب کیا۔ جبریل علیہ السلام کی حاجت کے بارے میں فرمایا کہ وہ بھی منظور ہے، لیکن ان اشخاص کے حق میں، جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سے محبت کریں---

نزہۃ المجالس میں یہ روایت بھی درج کی:

لِمَنْ اَکْثَرَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَ السَّلَامِ عَلَیْکَ---[۳۸]

''آپ پر زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے لیے جبریل کے پر بچھیں گے''---

کلیم و حبیب

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پہاڑ پر رب تعالیٰ کو عرض کی کہ مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرما تو حکم ہوا:

لَنْ تَرٰانِیْ وَ لٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰانِیْ---[۳۹]

''تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکے گا، لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنے مقام پر قائم رہا، تو عنقریب مجھے دیکھ لے گا''---

کلیم نے آرزو کی مگر زیارت نہ ہو سکی۔ پیارے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار پکار کر اپنے قریب فرمایا اور دیدارِ خاص سے نوازا۔ کلیم نے صرف تجلی دیکھی اور وہ بھی چھوٹی انگلی کے پورے برابر---

طبقات کبریٰ شعرانی میں ہے:

سوئی کے سوراخ کے ننانویں حصے کے برابر دیکھا اور وجد میں آ کر گر گئے---[۴۰]

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی پورے پورے تثبت سے زیارت کی، فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی---[۴۱]

''آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی''---

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

کشف تمام

شفا شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا تَجَلَّی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَبْصُرُ النَّمْلَۃَ عَلَی الصَّفَا فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ مَسِیْرَۃَ عَشَرَۃِ فَرَاسِخَ---[۴۲]

''جب اللہ جل جلالہ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی، تو آپ اندھیری رات میں دس فرلانگ یعنی تیس میل کی مسافت میں پتھر پر چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے''---

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند قدوس کی ذات کا دیدار نہیں ہوا، صرف تجلی دیکھی اس کے باوجود جب ان کے علم و کشف میں اتنی فراخی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے رب تعالیٰ کی زیارت فرمائی،

کے علم اور کشف تام کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔فرشتے ہماری نسبت غیب ہیں اور ان فرشتوں سے رب تعالیٰ غیب ہے۔یعنی فرشتے غیب ہیں اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب ہے، جیسے کہ تفسیر کبیر میں ہے---[۴۳]

تو حضور ﷺ پر جب غیب الغیب مخفی نہ رہا تو اور کون سا غیب ہے، جو پوشیدہ رہے۔اسی لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود

زیارت خداوندی کے علاوہ معراج شریف میں علوم کا منکشف ہونا، صراحتاً بھی وارد ہے، مواہب لدنیہ اور نزہۃ المجالس میں ہے:

میری زبان پر ایسا قطرہ آیا، جس سے زیادہ میٹھی کوئی چیز کسی نے نہیں چکھی:

فَاَنْبَاَنِیَ اللّٰہُ بِھَا نَبَأَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ---[۴۴]

’’پس اس قطرے کے سبب پہلے اور پچھلے لوگوں کی خبروں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے خبردار کیا‘‘---

مدارج النبوۃ میں اسی حدیث کو ذکر فرمایا اور کہا:

وحاصل شد مرا خبر اولین وآخرین---[۴۵]

’’مجھے اگلوں اور پچھلوں کی خبر حاصل ہوگئی‘‘---

پھر مدارج النبوۃ میں فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

’’بتمامہ علوم ومعارف وحقائق......الٰی...... بداں محیط نا تواند شد‘‘---[۴۶]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام علم، معرفتیں، حقیقتیں، خوش خبریاں، اشارے، خبریں، آثار وکرامات اور کمالات جو ’’مَا اَوْحٰی‘‘ کے ابہام میں داخل ہیں، ان کی کثرت وعظمت کی وجہ سے ابہام واجمال کے رنگ میں بیان فرمایا۔اشارہ ہے کہ اللہ علام الغیوب اور رسول محبوب ﷺ کے علم کے سوا کسی اور کا علم ان معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتا---

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روحِ قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

وسیلۂ جلیلہ

نزہۃ المجالس میں مقام قاب قوسین کے مکالمہ مبارکہ کی ایک طویل حدیث ہے۔اس سے وہ جملے ذکر کرتا ہوں،جن میں آں حضرت ﷺ کا حضرات انبیاء کرام کے لیے وسیلہ جلیلہ ہونا ثابت ہے:

❶ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَا اَنَّہٗ اُشْرِقَ عَلَیْہِ نُوْرُ سِرِّكَ الَّذِیْ تَقَادَمَ مَا قُلْنَا لِلْمَلَائِكَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ---

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اگر آپ کے سابق راز والا نور حضرت آدم علیہ السلام پر نہ چمکتا تو ہم فرشتوں کو'اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' نہ فرماتے---

❷ اِنَّمَا رُفِعَ اِدْرِیْسُ اِلَی السَّمَاءِ لِیَنْظُرَ اِلَیْكَ---

''حضرت ادریس علیہ السلام آسمان کی طرف آپ کی زیارت کے لیے اٹھائے گئے''---

❸ لَوْ لَا اَنَّہٗ اَقْسَمَ عَلَیْنَا بِجَمَالِكَ لَمَا نَجَا---

''اگر نوح علیہ السلام ہمیں آپ کے جمال کی قسم نہ دیتے تو وہ نجات نہ پاتے''---

❹ یَا اَعَزَّ الْمَخْلُوْقَاتِ وَیَا اَشْرَفَ الْمَوْجُوْدَاتِ لَوْلَا اَنَّہٗ اُشْرِقَ عَلَیْہِ نُوْرُ وَجْهِكَ الْكَرِیْمِ مَا نَجَا مِنْ نَارِ النَّمْرُوْدِ وَلَا فُدِیَ ابْنُہٗ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ---[۴۷]

''اے تمام مخلوقات سے زیادہ معزز،اے تمام موجودات سے زیادہ بزرگ! حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ کے کریم چہرے کا نور نہ جگمگاتا،تو وہ نمرود کی آگ سے نجات نہ پاتے اوران کے لڑکے اسماعیل کا فدیہ ذبح عظیم نہ بنتا''---

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

امداد بعد از وصال

باوجود اختلاف الفاظ ومعانی،احادیث معراج کو دیکھنے سے یہ امر قدر مشترک حد تواتر کو پہنچتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو امت کے لیے پچاس نمازیں عطا ہوئیں۔آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے، وہ تخفیف کرانے کا مشورہ دیتے۔آپ ﷺ واپس جاتے۔متعدد بار اس طرح

آنے جانے کے بعد پانچ نمازیں باقی رہیں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہماری مدد نہ فرماتے تو ظاہر ہے کہ ہمیں پچاس نمازیں پڑھنا پڑتیں اور بے نمازوں کو پچاس نمازیں ترک کرنے کا گناہ ہوتا۔ باوجودیکہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کو ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا، انہوں نے مدد فرمائی اور وہ مدد کامیاب بھی ثابت ہوئی، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مقربین خدا تعالیٰ اس دنیا سے پردہ پوش ہونے کے بعد بھی مدد کرتے ہیں---

عظیم تحفہ

اگر بادشاہ کی طرف سے کسی کے پاس تحفہ پہنچے اور اس تحفہ کی قدر نہ کرے، تو بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے۔ شہنشاہ حقیقی خداوند قدوس نے ہمارے لیے پنج گانہ نماز کا تحفہ بھیجا۔ اب اگر باقاعدہ نمازی نہ بنیں، تو ظاہر ہے کہ اس میں رب العالمین اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ہو گی---

شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

شب معراج جبریل امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق ابوبکر کرے گا، وہ بڑا سچا ہے---

مدارج النبوۃ میں ہے:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الصبح جب خبر دی کہ آج رات بیت المقدس سے آیا ہوں۔ ایک کافر دوڑتا ہوا، ابوبکر صدیق کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا کہ اب بھی تم اپنے صاحب کی تصدیق کرو گے؟ وہ کہتا ہے کہ میں ایک ہی رات میں بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں تصدیق کرتا ہوں اور کہا:

واگر گوید کہ برآسمان رفتم وباز آمدم تصدیق مے کنم چہ جائیکہ بیت المقدس---[۴۸]

''اگر فرمائیں کہ میں آسمان پر گیا اور واپس آیا ہوں تو بھی تصدیق کروں گا''---

عرش حق

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر پہنچنے کے متعلق بعض حضرات نے کہا کہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے فتوحات مکیہ میں اور علامہ شعرانی نے فتوحات سے

الیواقیت والجواہر میں صحیح حدیث کو نقل کیا ہے:

حَتّٰی ظَھَرْتُ لِمُسْتَوًی---[۴۹]

''حتیٰ کہ میں مستوی پر پہنچا''---

مستوی سے مراد عرش معلیٰ لیا ہے۔ مکہ مکرمہ سے عرش تک کی مسافت تین لاکھ سالوں کی بتائی گئی ہے، جس طرح تفسیر روح المعانی اور نزہۃ المجالس میں مذکور ہے---[۵۰]

یہ ایک ظاہری و عقلی اندازہ ہے ورنہ حضور سید عالم ﷺ کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا

اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آسمان ہے

اتنی مسافت بعیدہ اور مشاغل جلیلہ کے باوجود حضور سید عالم ﷺ جب واپس آئے، تو اپنے بستر کو گرم پایا---[۵۱]

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک و سلم

حوالہ جات

۱......بنی اسرائیل، ۱:۱۷

۲......تفسیر کبیر، جلد۲۰، صفحہ۱۴۶/ روح المعانی، جلد۱۵، صفحہ۴

۳...... المواہب اللدنیۃ (قسطلانی)/ زرقانی، جلد۶، صفحہ۱۰۵

۴...... روح المعانی، جلد۱۵، صفحہ۱۴/ روح البیان، جلد۵، صفحہ۱۰۶/ اعراب القرآن بر حاشیہ جمل، جلد۳، صفحہ۴۶۸

5......الیواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ۳۴/ فتوحات مکیہ، جلد۳، صفحہ۶۱

۶...... کتاب الماجریات فی الاسئلۃ و الجوابات لابن جوزی

۷......نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۲۵

۸......زہر الریاض/ معارج النبوۃ، رکن۳، صفحہ۹۱

۹......مواہب لدنیہ قسطلانی، جلد۶، صفحہ۳۵/ الانوار المحمدیہ للنبہانی/ مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۶۱

۱۰...... صحیح بخاری، کتاب المناقب الانصار، باب المعراج/ صحیح مسلم، جلد۱، صفحہ۹۳/ سنن نسائی، جلد۱، صفحہ۷۷

۱۱......زرقانی، جلد۶، صفحہ۳۶

۱۲......روح المعانی، جلد۱۵، صفحہ۱۱

۱۳......نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۲۶-۱۲۴

۱۴......معارج النبوۃ، رکن۳، صفحہ۹۴

۱۵......مواہب لدنیہ، زرقانی، جلد۶، صفحہ۳۶/ مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۶۱

۱۶......جامع ترمذی، جلد۲، صفحہ۱۲۸ ۱۷...... معارج النبوۃ، رکن۳، جلد۴، ۸

۱۸......زرقانی علی المواہب، جلد۶، صفحہ۲۴ ۱۹......نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۲۶

۲۰......البقرہ، ۲: ۱۲۵ ۲۱......مواہب لدنیہ قسطلانی، جلد۶، صفحہ۳۹/ نسائی، جلد۱، صفحہ۸۷

۲۲......زرقانی، جلد۶، صفحہ۴۰

۲۳......مواہب لدنیہ زرقانی، جلد۶، صفحہ۴۰/ مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۶۲

۲۴......صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ۲۶۸/ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، حدیث نمبر۱۶۱۳/ زرقانی، جلد۶، صفحہ۴ ۲۵......ابن ماجہ، صفحہ۱۱۸

۲۶......مواہب لدنیہ زرقانی، جلد۶، صفحہ۳۹ ۲۷......ایضاً، صفحہ۵۰

۲۸......تفسیر ابن جریر، جلد۱۵، صفحہ۱۱/ دلائل النبوۃ للبیہقی ۲۹...... التحریم، ۶۶: ۶

۳۰...... نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۳۹ ۳۱......ایضاً، صفحہ۱۳۴

۳۲......زرقانی، جلد۶، صفحہ۱۷ ۳۳......مواہب لدنیہ بمع زرقانی، جلد۶، صفحہ۹۳

۳۴......الیواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ۳۶ ۳۵......مواہب لدنیہ زرقانی، جلد۶، صفحہ۹۳

۳۶......ایضاً، جلد۶، صفحہ۹۴/ مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۶۸ ۳۷......طہٰ: ۱۷

۳۸...... نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۵۱ ۳۹......الاعراف: ۱۳۹

۴۰......طبقات کبریٰ للشعرانی، جلد۱، صفحہ۱۵۳ ۴۱......النجم: ۱۷

۴۲......شفا شریف، صفحہ۱۴۳ ۴۳......تفسیر کبیر، جلد۱، صفحہ۱۴۲

۴۴......مواہب لدنیہ زرقانی، جلد۶، صفحہ۹۵/ نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۴۵

۴۵......مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۶۹ ۴۶......ایضاً، صفحہ۱۷۰

۴۷...... نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۵۷ ۴۸......مدارج النبوۃ، جلد۱، صفحہ۱۷۱

۴۹......فتوحات مکیہ، جلد۳، صفحہ۶۱/ الیواقیت و الجواہر، جلد۲، صفحہ۳۷

۵۰......روح المعانی، جلد۱۵، صفحہ۱۱/ نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۶۰

۵۱......روح المعانی، جلد۱۵، صفحہ۱۲/ نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۱۶۰

تعارف فقہ حنفی

سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ
ولادت 80ھ کوفہ میں ہوئی، وہیں پر تعلیم و تربیت حاصل کی
اور وصال 150ھ بغداد میں ہوا۔

مشہور اساتذہ

1. حماد بن ابی سلیمان
2. عطاء بن ابی رباح
3. الشعبی
4. ہشام بن عروہ

مشہور شاگرد

1. قاضی ابو یوسف
2. محمد بن حسن الشیبانی
3. زفر بن الھذیل
4. حسن بن زیاد اللؤلؤی

مشہور تصنیفات

1. الفقہ الاکبر
2. العالم و المتعلم

اصول مذہب

1. کتاب
2. سنت

3......اجماع
4......اقوالِ صحابہ
5......قیاس
6......استحسان
7......عرف

فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کے ادوار و مراحل

تدوین و تکوین کا دور (120ھ تا 204ھ)

- مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔
- امام صاحب کے اصحاب کا آپ کی آراء کو جمع و ترتیب، ان میں مزید غور وفکر اور چھان بین، ان کی نشر واشاعت اور امام صاحب کی وفات کے بعد انہی کی آراء کی جانب رجوع رکھنا۔

نشر و اشاعت کا دور (204ھ تا 710ھ)

- فقہ حنفی کی توسیع، تشہیر اور وسعتِ اجتہاد
- مشائخ اور کبار علمائے مذہب کا ظہور
- فقہ حنفی کی چھان بین، اصطلاحات کی حد بندی، ترجیح اور تخریج کے اصول کا وضع ہونا
- تالیف وتدوین کی بنیاد رکھی گئی
- کتبِ فتاویٰ اور نوازل (پیش آمدہ مسائل) کی ترتیب وتشہیر
- فقہ حنفی کے مطابق اصولِ حدیث کا مرتب ہونا
- مدرسہ مشائخِ عراق اور
- مدرسہ مشائخِ سمرقند کا قیام

عروج کا دور (710ھ تا..........)

- فقہی استحکام
- اسلاف کی فقہی آراء واقوال پر اعتماد
- فقہ حنفی کے مسائل اور فروعات کی تشہیر اور وضاحت
- مکمل وضاحت کے ساتھ راجح مذہب اور رائے کا ظہور

فقہ حنفی کے مدارس

مدرسہ مشائخ عراق

اس مدرسہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ابتدائی اصحاب کے طریقہ کو آگے بڑھایا اور اس کے سرخیل ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مدرسہ مشائخ سمرقند

یہ مدرسہ مسائلِ اصول اور مسائلِ اعتقاد کے ساتھ ربط کے باعث ممتاز تھا، اس کے سرخیل امام الائمہ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

فقہ حنفی کی اہم کتب

اہم کتب

❶...... کتب ظاھر الروایۃ:

- ...... الاصل
- ...... الزیادات
- ...... الجامع الصغیر
- ...... الجامع الکبیر
- ...... السیر الصغیر

❷...... الکافی

❸...... المبسوط

❹...... بدائع الصنائع

❺...... ردّ المحتار

❻...... عمدۃ الرعایۃ

اہم متون

❶...... مختصر الطحاوی

❷...... مختصر الکرخی

❸...... مختصر القدوری

❹...... بدایۃ المبتدی

❺...... وقایۃ الروایۃ

❻...... المختار للفتویٰ

❼...... مجمع البحرین

❽...... کنز الدقائق

❾...... النقایۃ مختصر الوقایۃ

❿...... ملتقی الابحر

اہم کتبِ فتاویٰ

❶ ...... فتاویٰ ولوالجیة

❷ ...... فتاویٰ سراجیة

❸ ...... فتاویٰ عالم گیری/ الهندیة

❹ ...... فتاویٰ بزازیہ

❺ ...... فتاویٰ قاضی خان

❻ ...... فتاویٰ تاتارخانیہ

❼ ...... فتاویٰ الخانیة

❽ ...... فتاویٰ رضویہ

❾ ...... فتاویٰ نوریہ

فقہ حنفی کی اہم اصطلاحات

فقه حنفی کی کتب کی اہم اصطلاحات

- ...... مسائل الاصول / ظاهر الروایة : یہ ان مسائل کو کہتے ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی ہیں، ان کو امام محمد نے چھ کتب میں جمع کیا:
(الاصل، الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر)
- ...... النوادر : یہ ان مسائل کو کہتے ہیں جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے مروی ہیں، لیکن یہ ظاهر الروایة کی کتب میں نہیں ہے۔
- ...... الاصل : اس سے مراد امام محمد کی مبسوط ہے۔
- ...... الکتاب : اس سے مراد مختصر القدوری ہے۔
- ...... المبسوط : اس سے مراد شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط ہے۔
- ...... المتون الثلاثة : اس سے مراد مختصر القدوری، الوقایة لتاج الشریعة اور کنز الدقائق للنسفی کے متون ہیں۔
- ...... المتون الاربعة : اس سے مراد پہلے تین متون اور ابوالفضل عبداللہ بن محمود الموصلی کی المختار اور ظفرالدین احمد بن علی البغدادی کی مجمع البحرین کے متون ہیں۔

فقه حنفی کے مشائخ عظام کی اہم اصطلاحات

- ...... الامام الاعظم : ابوحنیفہ
- ...... شیخیان / شیخین : ابوحنیفہ اور ابویوسف

- ...... طرفان / طرفین :ابوحنیفہ اور محمد بن حسن شیبانی
- ...... صاحبان / صاحبین :ابو یوسف اور امام محمد
- ...... ائمہ ثلاثہ :ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد
- ...... السلف :ابوحنیفہ سے امام محمد تک فقہاء
- ...... الخلف :امام محمد بن حسن شیبانی سے شمس الائمہ حلوانی تک فقہاء
- ...... المتاخرون :شمس الائمہ حلوانی سے حافظ الدین الکبیر البخاری تک فقہاء
- ...... شمس الائمة :امام سرخسی
- ...... مفتی الثقلین :عمر بن محمد النسفی
- ...... امام الحرمین :یوسف الجرجانی
- ...... امام الھندی :ابولیث نصر بن محمد احمد السمرقندی
- ...... اعلیٰ حضرت:مولانا احمد رضا خاں قادری
- ...... فقیہ اعظم:مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

وہ سلطنتیں جن کا عدالتی نظام فقہ حنفی پر مبنی تھا

خلافتِ عباسیہ، خلافتِ عثمانیہ، زنگی سلطنت، سلطنت، سلطنتِ سامانیان، غزنوی سلطنت، قراخانی سلطنت، مملوک سلطنت، خوارزم، شاہی سلطنت آلِ سلجوق، سلطنتِ مغلیہ، وسط ایشیا، برصغیر پاک و ہند، چین، روس، قفقاز اور بلقان کے خطوں کی تقریباً تمام چھوٹی بڑی مسلم سلطنتیں اور ریاستیں

وہ ممالک جن کی اکثریت مسلمان آبادی حنفی قانون کی پیروکار ہے

پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مالدیپ، اردن، لبنان، شام، عراق، ترکیہ، سائپرس، افغانستان، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان، ترکمانستان، کرغیزستان، چائنا، روس، چیچنیا، بوسنیا اور کوسوو

[بشکریہ مرآۃ العارفین، امام اعظم نمبر، جون ۲۳ء (بتغیر یسیر)]

محدثِ الوری

سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ پیر سید نثار اشرف رضوی اشرفی

امام المحدّثین سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۳ ہجری، بمطابق ۱۸۵۶ء، پیر کے دن ریاست الور کے ایک ممتاز علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب جنیدِ زماں سید جلال الدین سرخ پوش بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا امام علی بن موسیٰ الرضا مشہدی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا خاندان ابتداء ہی سے زہد و تقویٰ اور بزرگی میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کے والد مولانا صوفی سید نجف علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم اور جامعِ شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ حضرت محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عم مکرم حضرت مولانا سید نثار علی رضوی مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے، جو کہ جید عالم دین اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔

حضرت محدثِ الوری کے والد محترم حضرت سید نجف علی شاہ اولاد سے محروم تھے، ایک دن آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی؛ سب کے کام کرتے ہو، ہماری مراد کب پوری ہوگی؟ فرمایا: اب کے جب چلہ سے فارغ ہوں تو بات کرنا۔ چنانچہ آپ اکتالیس روز اپنے مخصوص حجرہ میں چلہ کش رہے۔ دن کو روزہ رکھتے، نمک، پانی اور باجرے کی روٹی سے افطار فرماتے۔ نماز پنج گانہ کے لیے مسجد تشریف لاتے، نہ کسی سے ملاقات کرتے اور نہ کلام کرتے۔ یوں اکتالیس روز

عبادت وریاضت میں گزارنے کے بعد فرمایا:

''بیٹا پیدا ہوگا، دین کا چراغ ہوگا، ''دیدار علی'' نام رکھنا''---

تعلیم و تربیت

آپ نے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اَلور میں مولانا قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، مولانا کرامت اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں درسی کتابوں اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ فقہ ومنطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی جو کہ اسلامی علوم تفسیر، حدیث اور فقہ کے امام اور تقویٰ وطہارت میں یکتا تھے۔ ہندوستان کے جید علماء نے آپ سے حدیث کا درس لیا۔اس کے بعد آپ نے مولانا عبدالعلی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (جو امام منطق تھے) سے معقولات کا درس لیا۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے شیخ الحدیث مولانا احمد علی محدثِ سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کتبِ حدیث کی سماعت کی۔ان دنوں آپ کے ہم سبق پیر جماعت علی شاہ، مولانا وصی احمد محدث سورتی اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ اس کے علاوہ مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا عبد الغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں چالیس اکابر علماءِ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ سے حدیث وفقہ کی اجازت تھی) سے اور امام فن قرأت عبدالرحمٰن پانی پتی سے بھی روایت کی اجازت حاصل تھی۔

دار العلوم حزب الاحناف کا قیام

امام المحدثین سید محمد دیدار علی شاہ نے ساری عمر تبلیغ واشاعتِ دین، قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کی تدریس میں صرف کی۔ علوم ظاہری وباطنی کے حصول کے بعد آپ نے سب سے پہلے ریاست اَلور کی جامع مسجد میں درسِ قرآن شروع کیا۔آپ کے درس کی خصوصیت یہ تھی کہ سننے والے پابند شریعت ہوگئے۔ حتیٰ کہ ہندو بھی مسجد کے باہر کھڑے ہوکر آپ کا درس سنتے۔آپ اپنے استاذ محترم کی ہدایت پر بسلسلۂ تدریس بمبئی تشریف لے گئے، وہاں آپ نے تبلیغ واشاعتِ دین کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے اور پنجاب کی معروف دینی درس گاہ جامعہ نعمانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ لاہور میں آپ کی تبلیغی مساعی سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔جس اجتماع میں آپ کا اعلان ہوتا، خلقِ کثیر آپ کی زیارت اور وعظ سننے کے لیے جمع ہو جاتی۔ حضرت محدثِ الوری ۱۹۱۶ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے اور جامعہ مسجد اکبر آباد (آگرہ) کے مفتی وخطیب مقرر ہوئے

اور ۱۹۱۹ء تک اسی منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ اطہر کے لیے حجاز روانہ ہوئے اور واپسی پر مستقل سکونت کے ارادے سے لاہور تشریف لائے اور جامعہ مسجد وزیر خان کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے۔ آپ نے خطابت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا اور ۱۹۲۴ء میں آپ نے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند قائم کی اور اسی انجمن کے ماتحت مسجد وزیر خان میں درسِ نظامی کی تعلیم و تدریس شروع کی۔ مسجد وزیر خان سے لنڈا بازار، پھریکی دروزاہ، پھروائی انگہ کی مسجد بعد ازاں مائی لاڈو کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں اندرون دہلی دروازہ لاہور شیر شاہ سوری کے زمانے کی تین گنبدوں والی مسجد دار العلوم کے لیے منتخب کی گئی۔ یہ مسجد غیر آباد تھی، اس کے صرف آثار باقی تھے، چنانچہ انہی سابقہ آثار پر اس مسجد کی دوبارہ تعمیر ہوئی، جس میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بھرپور تعاون فرمایا اور ۱۹۲۶ء میں دار العلوم حزب الاحناف پورے نظم و ضبط کے ساتھ جاری ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس دار العلوم نے مرکزی و علمی حیثیت اختیار کر لی، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۲۶ء میں دار العلوم کا پہلا سالانہ جلسہ دہلی دروازہ میں منعقد ہوا، جس میں مولانا حامد رضا خان بریلوی، پیر سید مہر علی شاہ، مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہارِ شریعت)، پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا مشتاق احمد کان پوری، مولانا سید محمد محدثِ کچھوچھوی، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبد الباقی برہان الحق رحمۃ اللہ علیہم نے شرکت فرمائی۔ آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر ہو گا جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں (دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے بانی، صاحبِ فتاویٰ نوریہ، حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جید تلامذہ میں سے ہیں)۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

محدثِ الوری اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے اور آپ کو حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صاحبِ تفسیر خزائن العرفان نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے بریلی

تشریف لے گئے۔امام احمد رضا خان قادری محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف آپ کو، بلکہ آپ کے ساتھ آپ کے فرزندار جمند مفتیٔ اعظم پاکستان ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

(بعض تذکرہ نگاروں نے اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کے حوالے سے حضرت محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جملہ منسوب کیا ہے۔شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد گرامی مفتیٔ اعظم حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''سیدی ابوالبرکات'' کے صفحہ ۱۲۴ پر اس کا شدت سے رد کیا ہے۔[ادارہ])

امام احمد رضا بریلوی نے ''ذکر احباب ودعاء احباب'' کے عنوان سے اپنے خلفاء کے لیے منظوم دعائیہ کلمات کہے ہیں،اس میں سید دیدار علی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا۔

کثیر الفیض روحانی شخصیت

امام المحدّثین سید دیدار علی شاہ جید محدث اور عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک کثیر الفیض روحانی شخصیت بھی تھے۔آپ تکمیلِ علوم کے بعد سہارن پور سے اَلور تشریف لائے تو سید شاہ نثار علی رضوی نے آپ کو اپنی صحبت میں رکھ کر منازلِ سلوک طے کرائیں اور روحانی علوم سے سرفراز کرتے ہوئے خلعتِ خلافت عطا فرمائی۔بعد ازاں محدثِ الوری مزید روحانی فیوض وبرکات کے حصول کے لیے انبالہ میں سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور کامل دو سال آپ کی زیر تربیت ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے۔حضرت انبالوی نے آپ کو سلاسلِ اولیاء کی اجازات وخلعتِ خلافت عطا فرماتے ہوئے فرمایا کہ اب گنج مراد آباد جاؤ۔وہاں تمہارا حصہ تمہارے لیے چشم براہ ہے۔گنج مراد آباد ان دنوں مولانا فضلِ رحمٰن صدیقی گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے انوارِ روحانی کا مرکز بنا ہوا تھا۔بڑے بڑے علماء ومشائخ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر روحانی فیض حاصل کرتے تھے،جس کا اندازا اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود امام اہلِ سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مراد آباد مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور فیض وبرکت کے لیے حاضر ہوئے۔

امام المحدثین سید دیدار علی شاہ الوری،سائیں توکل شاہ انبالوی کی ہدایت پر گنج مراد آباد

حاضر ہوئے اور قطب الاقطاب مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت ہوئے اور حدیث کی اس منفرد سند کے حصول کا شرف حاصل کیا جو صرف ایک واسطے سے شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور صرف دو واسطوں سے امام شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ حضرت محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''حضرت قطب الاقطاب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ پر خاص نظر کرم تھی اور مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ شیخ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شمس الدین احمد میاں نقش بندی کے ساتھ مجھے حدیث کا درس دیا اور مجھے تمام اعمال واذکار سلاسل اولیاء اللہ کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی'' ---

اس کے علاوہ امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کو محمد میاں قادری برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خانہ) سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت حاصل تھی۔

[اسی نسبت سے آپ نے اپنی تصنیف ''مقدمہ میزان الادیان''، صفحہ 1 پر اپنے نام کے ساتھ رضوی، حنفی، نقشبندی، قادری، مجددی تحریر فرمایا۔ (ادارہ)]

سادگی و انکساری

انکساری اور عاجزی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، عوام وخواص سے انکساری سے ملتے، علماء ومشائخِ اہلِ سنت کی عزت وتکریم کرتے، دینی طلبہ پر شفقت فرماتے، بحث سے اجتناب فرماتے، مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے، گالیوں کے جواب میں خاموش رہتے، اپنی ضرورت کی اشیاء خود بازار سے خریدتے، جہاں کہیں خلافِ شریعت بات دیکھتے نہایت نرمی سے نصیحت فرماتے، دکان داروں کو مسائل سے آگاہ فرماتے، دن اور رات میں لاہور کی چھ چھ مساجد میں وعظ فرماتے۔

لباس سادہ، کپڑے کی ٹوپی، تکمے والا کرتہ، ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور دیسی ساخت کا جوتا، یہ تھے ملبوسات جس میں آپ نے ساری زندگی گزاری۔ آج کے جبہ و دستار کی عظمت اس درویش صفت کی سادگی پر رشک کرتی ہے۔ آپ ایک شعلہ بیاں مقرر کی حیثیت سے لاہور، امرت سر اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں معروف ہو چکے تھے۔ آپ کے بیان اور زورِ کلام نے سامعین کو آپ کے کمال کا معترف بنا لیا تھا اور آپ کی علمی شہرت نے پاک و ہند

کے علمی حلقوں کو بڑا متاثر کیا۔ حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کرنا اتباعِ سنت اور اطاعتِ رسول کی جیتی جاگتی تصویر کھینچنا ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر و باطن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا نام تصوف ہے، جس کا ظاہر و باطن قصداً شریعت کے خلاف ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔ محض کرامت کا ظہور معیارِ ولایت نہیں ہے، ولی وہ ہے جس میں ایمان وتقویٰ ہو۔

معمولات

آپ نمازِ تہجد کے وقت بیدار ہو کر ہر طالب علم کو بیدار کرتے اور نوافل پڑھنے کی تاکید کرتے، فجر کی اذان خود دیتے، نمازِ فجر کے بعد درس تفسیر القرآن دیتے ناشتہ کے بعد دورہ حدیث شریف کا درس دیتے۔ ایک بجے فارغ ہوکر نمازِ ظہر کی تیاری فرماتے، نمازِ ظہر سے فارغ ہوکر دوپہر کا کھانا تناول کرتے اور پھر تہہ خانہ میں جو درس گاہ کے ایک حصہ میں ہے، قیلولہ فرماتے۔ کچھ دیر آرام کر کے نمازِ عصر کی تیاری کرتے اور نمازِ عصر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد وزیر خاں میں اپنے بڑے صاحبزادے حضرت ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے پاس تشریف لاتے۔ گھر والوں کی خیریت دریافت کرتے، بچوں کو پیار دیتے، نماز مغرب سے پہلے واپس تشریف لے جاتے اور نمازِ مغرب سے فارغ ہوکر نوافل ادا کرتے۔ نماز عشاء کے بعد طلباء کو کتب کا مطالعہ کراتے اور مختلف سوالات کے جوابات اور فتوے مرتب فرماتے۔ آپ عظیم محدث، مبلغ، شاعر، مصنف اور سچے عاشقِ رسول تھے۔ حضرت غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ بھی آپ نے ہی پڑھائی تھی۔

وفات

آپ نے ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ ہجری، بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء داعیٔ اجل کو اس وقت لبیک کہا جب نمازِ عصر کے لیے نیت باندھ چکے تھے۔ اندرون دہلی دروازے پرانا حزب الاحناف میں آپ کی آرام گاہ مرجعِ خاص و عام ہے، جہاں پر ہر سال ۲۲ رجب المرجب کو آپ کا عرس عقیدت واحترام کے ساتھ آج بھی منایا جاتا ہے۔ آستانہ علمی وروحانی فیض کا مرکز ہے۔ تحریکِ پاکستان کے ممتاز رہنما علامہ ابوالحسنات مولانا سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فرزندارجمند تھے۔

❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وتعلیمات

(6/ رجب کو آپ کا عرس مبارک اجمیر شریف میں ھوتا ھے)

پروفیسر ڈاکٹر عقیل احمد

حضرت خواجہ کی پوری حیاتِ مقدسہ اسوۂ حسنہ کا پیکر اور جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ تھی، کیوں کہ بغیر حسنِ کردار کے اتنا بڑا انقلاب بپا نہیں ہوسکتا۔ حضرت خواجہ کو ''نائبِ رسول فی الھند'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا لقب معین الدین ہے، یعنی دین کے مددگار۔

دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے آپ نے برسوں سفر کیے، صالحین سے اکتساب کیا، آپ کی ذات میں وہ افکار کی پختگی اور کردار کی عمدگی نظر آتی تھی جو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیوہ تھی۔ آپ کا دوسرا لقب ''غریب نواز'' بھی ہے، اس کا مطلب ہے غریبوں کو نوازنے والا، عطا کرنے والا۔ عام طور پر غریب اس کو کہتے ہیں جو مال و دولت سے محروم ہو اور جو ایمان کی دولت جو سب سے بڑی دولت ہے، اس سے محروم ہو تو اس سے بڑا غریب کون ہوگا؟ حضرت خواجہ نے ظلمت کدۂ ہند میں ایمان کی وہ شمع روشن کی کہ جس سے حق عیاں ہوگیا، کفر و شرک اور ظلم و ستم کے اندھیرے ختم ہوگئے اور دولتِ ایمان سے اس خطہ کی بہت بڑی تعداد تونگر ہوگئی، کہ جس کی وجہ سے عظمتِ اسلام کے پھریرے اس خطہ کے طول و عرض پر لہرانے لگے۔ آپ نے نہ صرف خود بنفسِ نفیس، بلکہ اپنے خلفاء حضرت قطب الدین بختیار کاکی، شیخ حمید الدین ناگوری اور پھر ان کے خلفاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ بدر الدین غزنوی وغیرہ اور پھر ان کے خلفاء حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت علی احمد صابر، شیخ بدر الدین اسحاق،

شیخ جمال الدین ہانسوی، پھران کے خلفاء شیخ نصیر الدین چراغ، شیخ حسام الدین ودیگر۔
یہ تمام بزرگانِ دین وملت گلستانِ چشت کے وہ گلِ سرسبد تھے جنہوں نے حضرت خواجہ معین الدین کے منہج پر اس خطہ کے رہنے والوں کے قلوب کو نورِ ایمان سے منور کر دیا۔
حضرت خواجہ معین الدین اور آپ کے خلفاء کے عہد مبارک میں لوگ دائرہ اسلام میں اس طرح گروہ در گروہ داخل ہو رہے تھے کہ ''جَاءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ'' کی عملی تفسیر نظر آ رہی تھی۔ اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ حضرت خواجہ کا اخلاص، عشقِ رسول، اتباعِ رسول ﷺ اور کردار کی صالحیت جیسے اوصاف سے مزین ہونا تھا۔

ایک مومن کو سالکِ راہِ طریقت، معرفتِ الٰہی کے جام سے سرشار کرنے کے لیے آپ نے جو اقوال بیان فرمائے ہیں ان تعلیمات سے خیر اور انسان دوستی و بندگی کا اِک جہاں نظر آتا ہے۔
ذیل میں آپ کے اقوال جو آپ کے افکار کا آئینہ ہیں، وہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف اخبار الاخیار اور شیخ عبدالرحمٰن چشتی کی تصنیف مراۃ الاسرار کے حوالے سے پیش کیے جا رہے ہیں:

- حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ چار چیزیں ہیں جو گوہر فقر ہیں:

اوّل: درویشی اختیار کرے، لیکن تونگر دکھائی دے۔
دوم: بھوکا رہے (یعنی کم کھائے یا صوم اختیار کرے) لیکن سیر دکھائی دے۔
سوم: غمناک ہو لیکن خوش دکھائی دے۔
چہارم: دشمن کے ساتھ دوست ہو کر دکھائے۔

اس کے بعد فرمایا:

''دوستی یہ ہے کہ اسے (یعنی اللہ کو) دل سے یاد کرو، نہ کہ صرف زبان سے اور سوائے دوست کے کسی چیز کا ذکر نہ کرو''---

صحبت، معرفت، محبت، خدمتِ خلق اور دیگر کمالات کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

- ''عاشق کا دل محبت کی آگ میں جلتا رہتا ہے، لہٰذا جو کچھ بھی اس دل میں آئے گا، جل جائے گا اور نابود ہو جائے گا، کیونکہ آتشِ محبت سے

زیادہ تیزی کسی آگ میں نہیں'' ---

- ''بہتی ندیوں کا شور سنو، کس طرح شور کرتی ہیں، لیکن جب سمندر میں پہنچتی ہیں، بالکل خاموش ہو جاتی ہیں'' ---
- فرمایا میں نے خواجہ عثمان ہارونی کی زبان سے سنا ہے، فرماتے تھے:

''جس شخص میں تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے، اوّل سمندروں جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت، سوم زمین جیسی تواضع'' ---

- ''مرید اپنی توبہ میں اس وقت راسخ اور قائم سمجھا جائے گا جب کہ اس کی بائیں طرف والے فرشتہ نے بیس سال تک اس کا ایک بھی گناہ نہ لکھا ہو'' ---

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ بات اکابر متقدمین سے بھی منقول ہے اور بعض متاخرین صوفیہ نے اس بات کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے:

''مرید کے لیے ہر وقت توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے اور توبہ و استغفار کے ہوتے ہوئے گناہ نہیں لکھا جاتا، یہ نہیں کہ گناہ اس سے بالکل سرزد ہی نہ ہو'' ---

اسی وجہ سے مشائخ کرام اپنے مریدوں کو سوتے وقت استغفار کی تاکید کرتے ہیں، تاکہ دن بھر کے وہ گناہ جو ابھی تک رحمتِ الٰہی کی وجہ سے نہیں لکھے گئے ہیں، کتابت و ظہور میں نہ آئیں۔

- ''محبت کی علامت یہ ہے کہ فرمانبردار رہتے ہوئے اس بات سے ڈرتے رہو کہ محبوب تمھیں دوستی سے جدا نہ کر دے'' ---
- ''تمہارا کوئی گناہ اتنا نقصان نہیں پہنچائے گا جتنا کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے سے پہنچے گا'' ---
- ''بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرتا رہے پھر بھی مقبولِ بارگاہ ہونے کا امیدوار رہو، اور عارف کی علامت یہ ہے کہ خاموش اور غمگین رہے گا'' ---
- ''جس نے بھی نعمت پائی، وہ سخاوت کی وجہ سے پائی'' ---
- ''عارف کی علامت یہ ہے کہ موت کو پسند کرے، عیش و راحت کو

چھوڑ دے اور یادِ الٰہی سے انس حاصل کرے“---

- ”اہلِ معرفت ایسے آفتاب ہیں جو تمام عالم پر درخشاں ہیں اور تمام عالم ان کے نور سے روشن ہے“---
- ”لوگ منزل گاہِ قرب کے نزدیک صرف اس وقت جا سکتے ہیں جب نماز میں مکمل فرمانبرداری کریں، کیونکہ مومن کی معراج ہی نماز ہے“---

[سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار]

✧✧✧✧✧✧

وفیات

پرچہ پریس جا رہا تھا کہ دیپال پور کے گیلانی خاندان کی ہر دل عزیز اور قابلِ فخر شخصیت سید زاہد علی گیلانی کی رحلت کی خبر وحشت اثر ملی۔ وہ زیارات کے لیے عراق گئے ہوئے تھے، بغدادِ معلیٰ میں حاضر تھے کہ ۲۰ر دسمبر، جمعہ وقتِ اجل آن پہنچا۔ موصوف خوش اخلاق، وضع دار، ملن سار، دینی، سماجی و سیاسی رہنما اور گونا گوں اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔

● دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل مولانا محمد یعقوب نقشبندی (حجرہ شاہ مقیم) ۱۰ر دسمبر ۲۰۲۴ء کو وفات پا گئے۔ موصوف نیک سیرت اور دینی جذبہ رکھنے والے مخلص عالم دین تھے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ادارے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے بے حد محبت فرماتے۔ ۱۹۶۰ء میں سندِ فراغت حاصل کی، عمر بھر دینی خدمات انجام دیتے رہے، کم و بیش ۸۵ سال کی عمر میں راہیٔ ملکِ بقا ہو گئے۔ ادارہ ان کے صاحبزادے پروفیسر محمد اور دیگر اہلِ خانہ سے تعزیت کناں ہے۔

گزشتہ دنوں:

● ڈاکٹر منظور احمد اور غفور احمد صاحبان (غوثیہ ہسپتال، بصیر پور) کے والد گرامی میاں شاہ محمد ۲ر دسمبر ۲۰۲۴ء ● قاری محمد سلیم نوری (اوکاڑا) کے بڑے بھائی محمد یٰسین (قلعہ سوندھا سنگھ، حجرہ شاہ مقیم) ● حافظ محمد ظفر نوری (شیخوپورہ، بصیر پور) کے بھائی ● مولانا حافظ محمد اشرف نوری (ستوکی، ضلع قصور) کے بہنوئی محمد جعفر اور ● ڈاکٹر علی اکبر نوری (چک 15/S.P، پاک پتن شریف) کے جواں سال بھانجے حافظ محمد عمر عالم شاد مسافرانِ آخرت میں شامل ہو گئے--- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

قائدانہ اوصاف ، اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ⑫

پیرؤوں کی نگرانی اور احتساب

پروفیسر خلیل احمد نوری

دنیا کے ہر قائد کو، اپنے پیرؤوں کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کی مسلسل نگرانی نہ کی جائے اور بروقت ان کا احتساب کر کے، اصلاحی تدابیر نہ کی جائیں، تو معمولی غلطیاں، پہاڑوں کی طرح سربلند ہو کر قوموں کے فکری مقاصد اور عملی جہتوں کو سخت نقصان پہنچاتی ہیں۔ چھوٹی چنگاری، بڑے پیمانے پر تباہی لانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ بیماری کا علاج نہ کیا جائے تو وہ جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ برائی کو پھلنے پھولنے دیا جائے تو برائی کی سنگینی کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور معاشرے کے صالح افراد بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کسی مکان کی صفائی کا انتظام نہ ہو تو کوڑا کرکٹ جمع ہونے سے وہ رہنے کے قابل نہیں رہتا، اسی طرح معاشرے میں برائی کو

پنپنے دیا جائے تو شر و فساد کا گڑھ بن جائے گا اور وہاں زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ پس ضروری ہے کہ افراد کی اور اجتماعی معاشرے کی نگرانی کی جاتی رہے اور احتساب کا عمل بروئے کار آئے، تاکہ ماحول میں پاکیزگی برقرار رہے اور شر و فساد کو پنپنے کا موقع نہ ملے۔

نگرانی اور احتساب کے حوالے سے، قائدِ انسانیت، حضور سید عالم ﷺ کے اصول کیا تھے؟ آپ ﷺ نے فرد کی اور اجتماعی معاشرے کی صالحیت برقرار رکھنے کے کون سے اقدامات فرمائے؟ آئندہ سطور میں، اس حوالے سے، اسوۂ حسنہ کی روشنی میں چند نکات ترتیب دیے گئے ہیں:

❶ تعلیماتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے، امت کو، نگرانی اور احتساب کے خود کار نظام میں باندھ دیا تھا۔ یہ خودکار نظم ''امر بالمعروف اور نهی عن المنکر'' کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے معروف، یعنی پسندیدہ کاموں کا حکم دیا اور منکر یعنی ناپسندیدہ کاموں سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اہم ترین خصوصیات اور صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ---[۱]

''(یہ نبیٔ اُمی، جس کی خبر تورات و انجیل میں ہے) لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے گا اور انہیں ناپسندیدہ چیزوں سے روکے گا''---

اسلامی تعلیمات میں، امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ درج ذیل آیات سے کیا جا سکتا ہے:

قرآن مجید میں، اہلِ ایمان کو خیرِ امت کے لقب سے سرفراز کیے جانے کا سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ---[۲]

''تم، ان تمام اُمتوں سے بہترین امت ہو، جو انسانوں (کی ہدایت اور اصلاح) کے لیے لائی گئیں۔ تم اچھائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''---

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایسا لازمی امر ہے، کہ امت کے ایک گروہ کو بہر صورت

اس پر عمل پیرا رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○---[۳]

''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اچھائی کی دعوت دیں، نیکی کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''---

مسلمان حکمرانوں کی لازمی اور متعین ذمہ داریوں کی فہرست میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ---[۴]

''وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں، تو نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، اچھی بات کا حکم کریں اور برائی سے منع کریں''---

اہلِ ایمان کے باہمی تعلق، دوستی اور خیر خواہی کا تقاضا یہ قرار دیا کہ وہ ایک دوسرے کو نیکی کی طرف بلاتے رہیں گے اور برائی سے منع کرتے رہیں گے۔ارشاد فرمایا:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ---[۵]

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں (دینی لحاظ سے) ایک دوسرے کے (مددگار اور) دوست ہیں، کہ اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں''---

ان آیات سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ مسلم معاشرہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نظام میں بندھا ہوا ہے اور اگر یہ نظام اپنے آداب اور تقاضوں کے ساتھ روبہ عمل رہے، تو اچھائی کو فروغ ملتا رہے، برائی کے عناصر سر نہ اٹھا سکیں اور معاشرہ اخلاقی، روحانی اور دینی لحاظ سے صحت مندی کے پورے لوازم کے ساتھ قائم ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے امت کے

ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ خود تو اچھائی اختیار کرے ہی، دوسروں کو بھی بھلائی کے راستے پر چلنے کی تلقین کرے۔ خود برائی سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ، دوسروں کو بھی برے کاموں سے بچائے۔ چونکہ ہر شخص کا دائرۂ کار مختلف ہوتا ہے، اختیارات میں کمی بیشی ہوتی ہے اور برائی کا سدِ باب کرتے ہوئے پیش آنے والی مشکلات برداشت کرنے میں، حد استطاعت، سب کی ایک جیسی نہیں ہوتی، اس لیے رسولِ اکرم ﷺ نے نہی عن المنکر کے فرض کی ادائی کے لیے درجہ بندی فرمادی۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ، وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ---[٦]

’’تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے (برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے‘‘---

اب کوئی شخص کتنا کمزور، بے بس یا بہانے ساز ہو، وہ درج بالا تین مراتب سے باہر شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معاملہ اختیاری نہیں ہے۔ البتہ منکر کی نوعیت مختلف ہونے اور اس کی شدت کم یا زیادہ ہونے سے، اسے روکنا کبھی فرضِ عین، کبھی فرض کفایہ اور بعض اوقات مستحب امر بن جاتا ہے۔ اس وضاحت کے باوجود، برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والا بھی ان کے گناہ میں شامل سمجھا جاتا ہے اور اس کے باعث سبھی عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوْا بِالْمَعَاصِیْ، وَ فِیْھِمْ مَنْ یَّقْدِرُ اَنْ یُّنْکِرَ عَلَیْھِمْ فَلَمْ یَفْعَلْ اِلَّا یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِہٖ---[٧]

’’جو قوم گناہوں میں مبتلا ہو جائے اور ان میں اسے روکنے کی قدرت رکھنے والے موجود ہوں اور وہ نہ روکیں، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی طرف سے عذاب میں مبتلا کر دے‘‘---

برائی سے روکنے کی طاقت کے باوجود، اس سے لاپروائی برتنے اور خاموش رہنے کے

نتائج سے خبردار کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ، ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ ---[۸]

''تم ضرور بالضرور اچھائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکارو اور وہ تمہاری پکار کا جواب نہ دے''---

قرآن وسنت کے ان دلائل سے واضح ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اسلام کے بہت بڑے اصولوں میں سے ہے اور یہ دینی فریضہ ہے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ، اپنے تمام معانی و مفاہیم کے اعتبار سے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی ہے۔ یعنی جب کسی معروف کام کا ترک ہو رہا ہو تو اس کا حکم دیا جائے اور برے کام پر عمل کیا جا رہا ہو، تو اسے روکا جائے۔ احتساب کے عمل کی یہی بنیاد اور مغز ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے خود انجام دیا اور امت پر بھی اسے لازم فرمایا۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین، اپنے زمانۂ خلافت میں معاشرے کی اصلاح کے لیے اس پر عمل پیرا رہے۔ جب علوم نے منظّم شکل اختیار کی تو فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے احتساب کو منظّم ادارے کی شکل میں پیش کیا اور اس کے قوانین مرتب فرمائے۔

الغرض! امر بالمعروف و نہی عن المنکر، وہ پہلا اور اہم ضابطہ ہے، جس کے ذریعے قائد عالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے پیرؤوں کی نگرانی فرمائی اور ان کا احتساب کیا۔ فرد کی اصلاح، کردار سازی اور تعمیرِ شخصیت کے لیے، نیز معاشرے میں تطہیر و پاکیزگی برقرار رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے نگرانی اور احتساب کو ناگزیر قرار دیا۔

❷ تعلیماتِ نبوی میں، نگرانی اور احتساب کی دوسری اصل، خود احتسابی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے ہر شخص کو خود احتسابی کی تعلیم دی، تاکہ وہ اپنے اعمال کا خود جائزہ لے کر گناہوں کے وبال سے بچا رہے۔ خود احتسابی کو محاسبۂ نفس اور احتسابِ نفس بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ آخرت میں نجات کا مدار نیکی پر ہے اور برائی ہلاکت و تباہی کا سبب ہوگی، اس لیے ہر شخص کو تلقین کی گئی کہ خود اپنا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اس نے کتنی

نیکی کمائی ہے اور کس قدر برائی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ محشر میں اس سے دنیاوی زندگی کے ذرّے ذرّے کا حساب لیا جائے، اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا خود حساب رکھے۔ اگر حقوق اللہ میں کمی کی ہے، تو اسے پورا کرے، سابقہ بداعمالیوں پر توبہ واستغفار کرے اور آئندہ کے لیے بداعمالیوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ اگر گناہوں کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے، تو انہیں ادا کر کے اور معافی مانگ کر ان کا ازالہ کرے اور اس پر اپنے رب سے بھی معافی مانگے۔ جس طرح تاجر، یومیہ حساب کرنے سے اپنا سرمایہ بڑھاتا اور خسارے سے بچتا ہے، اسی طرح احتسابِ نفس، عملِ صالح کا اثاثہ بڑھانے میں مددگار رہوتا ہے اور برائی کا راستہ روک کر انسان کو اُخروی خسارے سے بچاتا ہے۔ خود احتسابی کا اہم فائدہ یہ ہے کہ معاشرے میں جرائم کی شرح کمزور پڑ جاتی ہے اور قانون کے نفاذ اور سزاؤں کے اجرا کے بغیر ہی فرد اور معاشرے کی تطہیر واصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔

قرآن مجید نے اہلِ ایمان کو دعوت دی ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنا احتساب کریں۔ ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے آخرت کے لیے آگے کیا سرمایہ بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ---[۹]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے“---

انسان کا پہلا دشمن، اس کے اندر چھپا ہوا، اس کا اپنا نفس ہے۔ یہ طبعی طور پر شر پسند ہے اور اسے برائی کا حکم دیتا رہتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول بیان فرمایا ہے:

وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ---[۱۰]

”اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتا، کہ بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے“---

انسان، دنیا کی عدالت میں جھوٹے گواہوں، جھوٹی دستاویز اور زبان کی تیزی اور چالاکی سے اپنی برائیوں پر پردہ ڈال سکتا ہے۔ بہانہ جو طبیعتیں، بہانے تراش کر اپنے عیبوں کا جواز پیش کر لیتی ہیں۔ ریا کار انسان، ملمع سازی سے اپنے آپ کو خوش نما بنا کر لوگوں پر اپنی پارسائی اور پاکیزگی کا تأثر قائم کر سکتا ہے۔ لیکن ضمیر کی عدالت، برائی کے مرتکب کو پاکیزگی کا پروانہ جاری نہیں کر سکتی۔ انسان، اپنے اعمال کا خود بہت بڑا گواہ اور اپنے نفس کی شرارتوں سے خوب واقف و آگاہ ہے۔ اس حقیقت کو قرآنِ کریم نے یوں بیان کیا ہے:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝---[۱۱]

''بلکہ انسان اپنے حال پر خود ہی نظر رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں، سب پیش کر دے''---

احتسابِ نفس کرتے ہوئے، آخرت کی تیاری کرنے والے کو، رسول اللہ ﷺ نے عقل منداور دانا قرار دیا ہے اور نفس کی شرارتوں کے اسیر و پابند کو بے وقوف اور عاجز بتایا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ، وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَ الْعَاجِزُ، مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا، ثُمَّ تَمَنّٰی عَلَى اللّٰهِ---[۱۲]

''دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس سے خود بدلہ لے اور موت کے بعد کے وقت کے لیے تیاری کرے، اور عاجز وہ ہے جو نفس کی پیروی کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے مختلف قسم کی تمنائیں رکھے''---

اسی مفہوم کی ایک حدیث پاک میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہلِ ایمان میں سے کون آدمی افضل ہے؟ فرمایا کہ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا کہ کون سا مومن سب سے عقل مند ہے؟ فرمایا:

''جو موت کو زیادہ یاد رکھے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے اچھی تیاری کرے، ایسے لوگ عقل مند ہیں''---[۱۳]

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن چند چیزوں کے بارے میں انسان کو

ضرور جواب دینا پڑے گا۔اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر فرد اپنا احتساب کرتا رہے، تاکہ محشر میں سرخروئی حاصل کر سکے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَ أَفْنَاهُ، وَ عَنْ عِلْمِهٖ فِیْمَ فَعَلَ، وَ عَنْ مَّالِهٖ مِنْ أَیْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِیْمَ أَنْفَقَهٗ، وَ عَنْ جِسْمِهٖ فِیْمَ أَبْلَاهُ---[۱۴]

”قیامت کے دن، بندۂ مومن ان سوالوں کا جواب دیے بغیر اپنے مقامِ جواب دہی سے نہیں ہٹ سکے گا: ① اپنی عمر کے بارے میں، کہ اس نے اسے کن کاموں میں صرف کیا ② اپنے عمل کے متعلق، کہ اس نے کیا اعمال کیے ③ اپنے مال کے بارے میں، کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کن کاموں پر خرچ کیا اور ④ اپنے بدن کے متعلق، کہ اسے کن سرگرمیوں میں استعمال کیا“---

خود احتسابی کا عمل ”فکرِ آخرت“ سے جڑا ہوا ہے۔جس شخص کو محشر میں جواب دہی کی فکر لاحق ہوگی، وہ احتسابِ نفس کے معاملے میں کبھی غافل نہیں ہوگا۔یہی وہ احساس ہے جو انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائی پر ابھارتا ہے۔اس احساس کی آبیاری کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات مروی ہیں۔مثلاً؛ ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَ حَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: وَ إِنْ كَانَ شَیْئًا یَّسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: وَ إِنْ كَانَ قَضِیْبًا مِّنْ أَرَاكٍ---[۱۵]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی، کسی مسلمان کا حق مار لے، تو اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ کو لازم اور جنت کو اس پر حرام فرما دیتا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگرچہ کوئی معمولی سی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو (ایک پھل دار جنگلی درخت) کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو“---

آخرت میں جواب دہی کا احساس، کس طرح خوفِ خدا پیدا کر کے خود احتسابی پر ابھارتا ہے؟ اس کا اندازہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ درج ذیل حدیثِ پاک میں اس کی ایک جھلک دیکھیے:

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو، بے شک میں بھی ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ، دوسروں کے مقابلے میں گفتگو میں مہارت کے باعث اپنا موقف زیادہ مضبوطی سے پیش کرتے ہوں اور میں اسے سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس، اگر میں کسی کے بھائی کے حق میں سے کچھ (دوسرے کو) دینے کا فیصلہ کر دوں، تو وہ نہ لے، کیونکہ یہ آگ کا ٹکڑا ہوگا، جو میں اسے دوں گا، قیامت کے دن اسے یہ حق دینا ہوگا۔

ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ دو آدمی، میراث کے مال کا جھگڑا لے کر آئے تھے، ان میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ بات ارشاد فرمائی۔ چنانچہ دونوں آدمی سن کر رونے لگے اور ان میں سے ہر ایک، دوسرے سے کہنے لگا کہ میں نے تجھے اپنا حق دے دیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا:

''جب تم ایسا ایسا کرتے ہو تو مال کو آپس میں تقسیم کر لو اور حق کو ڈھونڈھ کر اس پر عمل کرو، اب قرعہ ڈال کر اپنا اپنا حصہ لے لو اور ایک دوسرے کو معاف کر دو'' ---[۱۶]

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآن وسنت میں بیان کی گئی خود احتسابی کی ان ہدایات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا:

حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَ تَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ، وَ إِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا---[۱۷]

''اس سے پہلے کہ تمہارا حساب ہو، خود اپنا محاسبہ کر لو، اور بڑے امتحان کی تیاری کرو، بے شک قیامت کے دن کا حساب اس شخص کے لیے آسان ہوگا، جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا''---

3 احتساب ونگرانی کے ضمن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تیسرا اہم اصول، قرآنِ کریم کے اس حکم کی عملی تصویر تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا---[۱۸]

''اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہ کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (ایک دوسرے کے) عیب تلاش نہ کرو اور نہ ہی کوئی کسی کی غیبت کرے''---

پس نہ تو رسولِ کریم ﷺ کھلی حقیقت کے بغیر، بلاوجہ کسی سے بدگمان ہوتے، نہ ہی لوگوں کی کمزوریوں اور غلطیوں کی ٹوہ لگاتے اور نہ کبھی کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کی۔ ہاں! کسی کو درست مشورہ دینے اور اسے ممکنہ نقصان سے بچانے کی غرض سے کسی کے عیب کا ذکر فرما دیتے۔ یوں ہی جنگی حکمتِ عملی کی خاطر اور اسلام دشمن عناصر کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے، ان کی طرف جاسوس بھیجے، مگر کبھی اپنے پیروؤں کی جاسوسی نہ کی، کہ ان کے عیوب کا پتا لگا کر انہیں سزائیں دیں۔ گویا حتی الامکان پیروؤں کے متعلق اچھا گمان رکھتے اور ان کی غلطیوں سے چشم پوشی اختیار فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ کی طبعی خواہش یہ ہوتی کہ لوگوں کے شخصی عیوب اور غلطیاں آپ ﷺ کے علم میں نہ آئیں، اور لوگ خود اپنی اصلاح کر لیں۔ اس بات کو ناپسند فرمایا کہ لوگ آپ ﷺ کو کسی کے جرم کی اطلاع دیں یا شکایت کریں۔ اس کے برعکس رسولِ اکرم ﷺ کا مزاج مبارک یہ تھا کہ لوگ اپنے بھائیوں کے عیبوں کو چھپائیں، جیسا کہ درج ذیل روایات سے ظاہر ہے:

- حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ---[۱۹]

''جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا''---

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ ، سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ---[۲۰]

''جس نے مسلمان کا عیب چھپایا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیب چھپائے گا''---

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی پردہ دری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرمائے گا، حتیٰ کہ اس کے باعث، اسے ذلیل و رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے گھر کی چاردیواری میں رہے"---[۲۱]

4. عہد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں لوگوں کے جرائم اور عیوب سے باخبر رہنے کے لیے کوئی نظام وضع نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حاکم کے پاس جرم ثابت ہونے پر حاکم پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ضابطہ و قانون کی پاسداری میں مجرم کو سزا دے، جب کہ کسی کو سزا دینا رسول اللہ ﷺ کی طبیعت مبارکہ پر گراں گزرتا تھا۔ اسی سبب سے حکم یہ تھا کہ لوگ خود ہی ایک دوسرے کے ساتھ معافی تلافی کا معاملہ کر لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَافُوْا الْحُدُوْدَ فِیْمَا بَیْنَکُمْ فَمَا بَلَغَنِیْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ---[۲۲]

"حدود کے معاملے میں ایک دوسرے کو معاف کرتے رہا کرو، کیونکہ جب میرے پاس کسی حد کا مقدمہ آجائے تو حد کا نفاذ لازم ہو جاتا ہے"---

یہ امر کہ سزا دینا رسولِ اکرم ﷺ کے نزدیک پسندیدہ بات نہ تھی، حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصے سے واضح ہے۔ حدیث پاک میں حضرت سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان ہوا ہے کہ زنا کے جرم میں ان پر رجم کی حد جاری کی گئی۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے یتیمی کی حالت میں حضرت ہزال رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت پرورش پائی تھی۔ جب حضرت ہزال رضی اللہ عنہ کو ان کے گناہ کا علم ہوا، تو انہوں نے حضرت ماعز کو کہا کہ جا کر نبی اکرم ﷺ کو اپنے جرم زنا کے بارے میں بتاؤ۔ ان کا خیال تھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ اس کے لیے استغفار فرمائیں اور ان کے لیے اس گناہ سے معافی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے [۲۳] لیکن رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر انہوں نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا، تو آپ ﷺ نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ البتہ، حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم اس کا جرم چھپا لیتے تو یہ تمہارے لیے بہتر تھا۔ [۲۴]

نبیٔ رحمت ﷺ کی نفاذِ حد سے ناگواری اس بات سے بھی واضح ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ

کو جب رجم کیا جانے لگا، تو وہ تکلیف سے بھاگے، بالآخر رجم کر دیے گئے۔ جب رسولِ اکرم ﷺ کو ان کے بھاگ کر جان بچانے کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ، لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ---[۲۵]

"تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا، شاید وہ توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرما لیتا"---

رحمتِ عالم ﷺ نے امت کے قاضیوں کے لیے بھی یہ ضابطہ بنا دیا کہ جہاں تک ہو سکے حد جاری کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِدْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ---[۲۶]

"جہاں تک ممکن ہو، مسلمانوں سے حدود کو ہٹاؤ، اگر ان کے بری ہونے کا کوئی سبب موجود ہو، تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ کسی منصف کا معاف کرنے میں غلطی کرنا، سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے"---

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِدْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُّمْ لَهُ مَدْفَعًا---[۲۷]

"حدود کے نفاذ کو ٹالتے رہو، جہاں تک ان کا ٹالنا ممکن ہو"---

رسولِ رحمت ﷺ کا مزاجِ اقدس، سخت گیر حاکم کا نہیں تھا، اس کے برعکس، کم سے کم سزائیں دینا اور حد نافذ کرنے سے اجتناب، آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے معاملے میں بھی اوّلاً، ان سے اِعراض فرمایا اور ان کے تین بار اصرار کے باوجود، ہر مرتبہ انہیں توبہ واستغفار کی تلقین فرمائی۔[۲۸]

یوں ہی جہینہ قبیلے کی غامدیہ خاتون نے اقرارِ جرم کر کے، نفاذِ حد کا تقاضا کیا، تو اسے بھی توبہ واستغفار کا حکم دیا اور ٹالنے کی کوشش فرمائی۔[۲۹]

درج ذیل روایات بھی رسول اللہ ﷺ کی صفت عفو، درگزر اور نفاذِ حد سے بچنے کی

طرف اشارہ کرتی ہیں:

- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، یارسول اللہ! میں نے حد کا کام کیا ہے، لہٰذا مجھ پر حد قائم کیجیے۔ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا؛ جب تم آئے ہو تو کیا تم نے وضو کیا ہے؟ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ وہ بولا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذْهَبْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ عَفَا عَنْكَ---[۳۰]

''جاؤ! تجھے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے''---

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے مدینہ (منورہ) کے اس کنارے میں ایک عورت سے پیار کرتے ہوئے سوائے جماع کے سب کچھ کیا ہے۔ تو، اب میں حاضر ہوں، آپ جو چاہیں مجھ پر حد قائم فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ داری کی، تو تم بھی اپنا گناہ چھپائے رکھتے تو اچھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے پیچھے ایک آدمی بھیج کر اسے بلایا اور یہ آیت کریمہ سنائی:

''اور نماز قائم کرو، دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی تاریکی میں، بے شک نماز (نیکیاں) برائیوں کو ختم کردیتی ہیں'' [ھود، ۱۱:۱۱۴]، (یعنی نماز کے باعث اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف فرمادیا ہے) لوگوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم اسی کے لیے خاص ہے یا تمام لوگوں کے لیے ہے؟ فرمایا: بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے''---[۳۱]

نتیجۂ بحث

اوپر بیان کردہ حقائق کی روشنی میں، عصرِ حاضر کے تمام قائدین کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا سبق یہ ہے کہ:

① ہر قائد اور رہنما اپنے پیروؤں کے فکر و عمل میں پیدا ہونے والی کوتاہیوں اور غلطیوں پر ان کا احتساب کرے اور نگرانی کی ذمہ داری لے، ورنہ تحریک اپنے مقاصد اور

نصب العین کی منزل کھو بیٹھے گی۔

۲) تعلیماتِ نبوی کے نظام؛ ''امر بالمعروف اور نھی عن المنکر'' کو اس کے تمام تقاضوں اور آداب کے ساتھ قائدین، اپنی صفوں میں نافذ کریں۔ اہلِ اقتدار، کہ جن کے پاس قوتِ نافذہ موجود ہے، کی منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کے سدباب کے لیے ریاستی وسائل بروئے کار لائیں۔

۳) ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ البتہ، قائدین، اپنی ذات کے احتساب کے ساتھ، اپنے پیروؤں کو بھی خود احتسابی کی راہ پر چلانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔ انہیں فکرِ آخرت کی طرف متوجہ کریں، تاکہ برائی کے سوتے خشک رہیں اور نیکی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا رہے۔

۴) قائدین، اپنی صفوں میں ایسا ماحول پیدا کریں کہ لوگ خود ہی ایک دوسرے کے ساتھ منصفانہ انداز میں معاملات طے کر لیا کریں، تاکہ تھانے کچہری سے انہیں دور رکھا جا سکے۔

۵) عدل قائم کرنا اور مظلوم کی دادرسی، اسلام کے اہم اصول میں سے ہے، یوں ہی معاشرے کی تطہیر کے لیے مجرموں کو سزا دینا ضروری ہے۔ تاہم ممکن حد تک، نفاذِ سزا سے بچنا تعلیماتِ نبوی کا اہم سبق ہے۔

احتساب اور نگرانی کے دیگر پہلوؤں پر آئندہ گفتگو ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

حوالہ جات

۱...... الاعراف، ۷:۱۵۷

۲...... آل عمران، ۳:۱۱۰

۳...... آل عمران، ۳:۱۰۴

۴...... الحج، ۲۲:۴۱

۵...... التوبة، ۹:۷۱

۶...... صحیح مسلم، حدیث: ۷۸

۷...... احیاءعلوم الدین، کتاب الامر بالمعروف و النھی عن المنکر، ج ۲، ص ۳۰۸

۸...... سنن ترمذی، ح: ۲۲۵۹

۹...... الحشر، ۵۹:۱۸

۱۰...... یوسف، ۱۲:۵۳

۱۱...... القیامة، ۷۵:۱۴، ۱۵

۱۲...... ابنِ ماجہ، ابواب الزھد، باب ذکر الموت و الاستعداد، ح: ۴۲۶۰

۱۳...... ابنِ ماجہ، ابواب الزھد، باب ذکر الموت والاستعداد، ح: ۴۲۵۹

۱۴......سنن ترمذی، ابواب صفة القیامة والرقائق والورع، باب فی القیامة، ح:۲۴۱۷

۱۵......نسائی، کتاب آداب القضاء، القضاء فی قلیل المال و کثیره، ح:۵۴۱۹

۱۶......مسلم، کتاب الاقضیة، باب ان حکم الحاکم لا یُغیّر الباطن/ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی اذا خطاء، ح:۳۵۸۴/سنن نسائی، کتاب آداب القضاء، باب ما یقطع القضاء/ابنِ ماجہ، ابواب الاحکام، باب قضیة الحاکم لا تحل حراما و لا تحرم حلالا/موطا امام مالک، کتاب الاقضیة، باب فی الترغیب فی القضاء بالحق

۱۷......ترمذی، ابواب صفة القیامة......، ح:۲۴۵۹

۱۸...... الحجرات، ۴۹:۱۲

۱۹......ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ح:۱۴۲۶

۲۰......ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ح:۱۴۲۵/ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن و دفع الحدود بالشبهات، ح:۲۵۴۴

۲۱......ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن و دفع الحدود بالشبهات، ح:۲۵۴۶

۲۲......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب العفوعن الحدود ما لم تبلغ السلطان، ح:۴۳۷۸

۲۳......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، ح:۴۴۲۱

۲۴......ابودوٗد، کتاب الحدود، باب فِی السَّتْرِ عَلٰی أَھْلِ الْحُدُوْدِ، ح:۴۳۷۹

۲۵......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، ح:۴۴۲۱/ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی درء الحد، عن المعترف اذا رجع، ح:۱۴۲۸

۲۶......ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود، ح:۱۴۲۴

۲۷......ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب الستر علی المومن و دفع الحدود بالشبهات، ح:۲۵۴۵

۲۸......مسلم، کتاب الحدود، من اعترف علٰی نفسه بالزنا، ح:۴۵۱۵

۲۹......مرجع سابق، ح:۴۵۲۹

۳۰......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الرجل یعترف بحد و لا یسمیه، ح:۴۳۸۳

۳۱......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الرجل یصیب من المرأة ما دون الجماع، ح:۴۴۷۰

2025ء کراچی میں امکانِ رؤیتِ ہلال سے متعلق پیش گوئی

خالد اعجاز مفتی

نمبر شمار	برائے قمری ماہ 1446-47ھ	تاریخ عیسوی 2025ء	چاند کی عُمر منٹ۔ گھنٹے	غروبِ شمس و قمر میں فرق	کیفیت امکانِ رؤیت
1	رجب 1446ھ	31/دسمبر 24ء 01/جنوری 25ء	26 - 14 27 - 38	22منٹ 85منٹ	ایف اے
2	شعبان	29/جنوری 30/جنوری	38 - 00 39 - 24	منفی 06منٹ 58منٹ	ایف اے
3	رمضان	28/فروری 01/مارچ	48 - 12 48 - 36	29منٹ 92منٹ	ایف اے
4	شوال	29/مارچ 30/مارچ	47 - 02 48 - 26	03منٹ 69منٹ	ایف اے
5	ذوالقعدہ	28/اپریل 29/اپریل	27 - 18 28 - 42	51منٹ 123منٹ	بی اے
6	ذوالحجہ	27/مئی 28/مئی	11 - 11 11 - 35	35منٹ 103منٹ	ای اے
7	محرم 1447ھ	25/جون 26/جون	50 - 03 51 - 27	17منٹ 74منٹ	ایف اے
8	صفر	25/جولائی 26/جولائی	07 - 17 06 - 43	42منٹ 81منٹ	سی اے
9	ربیع الاوّل	23/اگست 24/اگست	50 - 07 50 - 31	12منٹ 45منٹ	ایف اے
10	ربیع الآخر	22/ستمبر 23/ستمبر	33 - 17 32 - 41	15منٹ 46منٹ	ایف اے
11	جمادی الاولیٰ	22/اکتوبر 23/اکتوبر	33 - 24 32 - 48	19منٹ 56منٹ	ایف اے
12	جمادی الآخرۃ	21/نومبر 22/نومبر	55 - 29 55 - 53	35منٹ 84منٹ	سی اے
13	رجب 1447ھ	20/دسمبر 21/دسمبر	04 - 11 05 - 35	08منٹ 63منٹ	ایف اے

اے : بآسانی ممکن　　بی : بہترین کیفیات میں ہی ممکن　　سی : بصری آلات کے ساتھ ممکن

ڈی : بصری آلات کے بغیر ناممکن　　ای : ٹیلی سکوپ کے ساتھ بھی ناممکن　　ایف : ہرصورت ناممکن

کردارِ مسلم کے تشخصات

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَo---[البقرۃ،۲:۱۱۲]

”ہاں! جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا (یعنی خود کو اللہ کے سپرد کر دیا) وہ صاحبِ اِحسان ہو گیا، تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے“---

یہ آیتِ کریمہ واضح کرتی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو خود کو اللہ کے حضور جھکا دے، اللہ کے حضور جھکانا یہ ہے کہ انسان کے وجود سے صادر ہونے والا کوئی بھی فعل ہو یا کوئی بھی قول ہو، کوئی بھی خلق و عادت ہو یا کوئی بھی رویہ و طریقہ ہو، انسان کے ہر طرزِ عمل میں اور انسان کے ہر طرزِ گفتگو میں:

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً---[البقرۃ،۲:۱۳۸]

کا رنگ نظر آئے۔ انسان اخلاقِ الٰہیہ اور اخلاقِ رسول ﷺ سے متصف نظر آئے۔

مسلم کون ہے؟

اس لیے باری تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے وجودوں سے متعارف کراتا ہے، جنہوں نے خود کو اس کے حضور مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ اس کی بارگاہ میں جب خود کو جھکایا، تو وہ مسلمًا کا اعزاز پانے والوں میں سے ہو گئے تھے۔ اس لیے اس وجودِ مسلم کا تعارف کراتے ہوئے سورہ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا---[آل عمرٰن،۳:۶۷]

''ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی، وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے (سچے) مسلمان تھے''---

باری تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ایک مسلمان کا تعارف یہ کرایا ہے کہ وہ باطل سے جدا رہنے والا اور ہمیشہ حق سے وابستہ ہونے والا ہوتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو شرک کو چھوڑتا ہے اور توحید پر خود کو قائم کرتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو جھوٹ سے بیزار ہوتا ہے اور سچ کا دِل دادہ ہوتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو پیکرِ اطاعت ہوتا ہے، وہ وجودِ شر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کو مسلمان ہونے کا نام اور مسلمان ہونے کا اعزاز اس لیے دیا گیا کہ یہ اللہ کے حضور جھک گیا۔ اسی عمل کے باعث اس کے وجود کا نام ہم نے قرآن میں مسلمان رکھا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا---[الحج،۲۲:۷۸]

''اس اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے کی کتابوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی''---

قول اور عمل احسن کا نام مسلم ہے

سورہ حٰمٓ السجدہ میں ایک مسلمان کا سب سے بڑا تعارف کراتے ہوئے قرآن بیان کرتا ہے کہ ایک مسلمان کون ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo---[حٰمٓ السجدۃ،۴۱:۳۳]

''اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے بے شک میں (اللہ اور رسول ﷺ کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں''---

اس آیتِ کریمہ نے قولِ احسن اور عملِ احسن کا نام کردارِ مسلم بتایا ہے۔ گویا جس ذات اور شخصیت میں قولِ احسن کی بہاریں ہیں اور جس وجود میں عملِ احسن کے جلوے ہیں، یقیناً یہی وہ وجود ہے جو پکارتا ہے اور اپنا تعارف تحدیثِ نعمت کے طور پر کراتا ہے:

اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ---

میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وفادار اور فرماں بردار ہوں، میری شناخت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزاری ہے، میں مسلمان اس لیے ہوں کہ میں اللہ کے حضور عبادت گزار ہوں اور میں مسلمان اس لیے ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا عمل دار ہوں اور ان کی سیرت و کردار کا وفا شعار ہوں۔

مسلم مظہر اطاعت ہے

اس لیے جب ہم مسلمان کا معنی عربی لغات میں دیکھتے ہیں، تو ہم یہی معنی پاتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ : ھُوَ مُظْھِرٌ لِّلطَّاعَۃِ---[ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی افریقی، لسان العرب، مادہ مسلم، بیروت، لبنان، دار صادر]

''مسلمان وہ ہے جو سراپا اطاعت ہے''---

جس کا وجود اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ سے عبارت ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کا وجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے ظہور کا مظہر بنایا گیا ہے۔ اس کے وجود میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا رنگ نظر آتا ہے۔

المسلم : ھو التامّ الاسلام ---[لسان العرب، ج ۱۲، ص ۲۹۳]

''مسلمان وہ ہے جس نے خود کو اسلام میں ڈھال لیا ہے''---

جس کا وجود چلتا پھرتا اسلام ہے، اسلام کی تعلیمات کا عملی اظہار وجودِ مسلم سے ہوتا ہے، اس سے اسلام کے اعمال اور احوال اور اخلاق اور اس کی مجموعی تعلیمات کا ظہور اس لیے ہوتا ہے:

ھو مومن بھا --- [لسان العرب، ج ۱۲، ص ۱۹۳، مادہ مسلم]

وہ اسلام کی ساری تعلیمات پر ایمان رکھتا ہے، اس کو یقین حاصل ہے کہ اسلام کا ہر ہر عمل اس کے نفع کے لیے ہے، جس عمل کو کرنا ہے اس میں بھی منفعت ہے اور جس سے رکنا ہے اس میں بھی نفع ہے۔

مسلم اللہ کے سامنے جھکنے والا ھے

اسی طرح ابن منظور افریقی لفظ مسلم کا ایک اور معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کون ہے:

المسلم : ھُوَ الْمُسْتَسْلِمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ --- [لسان العرب، ج ۱۲، ص ۱۹۳]

مسلمان وہ ہے جو اللہ کے حکم کے سامنے جھک جائے، جو اللہ کے حکم کو اپنے قول اور فعل میں قبول کر لے، مسلمان وہ ہے جو اللہ کے حکم کو اپنا قول و فعل اور اخلاق و کردار بنائے، جو اپنے نفسِ امارہ کی خواہش سے اٹھنے والے حکم کو ترک کرے اور اس کی بجائے اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو اپنا عمل بنا لے۔ اللہ کے امر کو اپنا فعل بنا لے، جب وہ اس عادت میں ڈھلتا ہے تو وہ مسلمان بنتا ہے۔

مسلم اللہ کی عبادت کرنے والا ھے

اسی طرح مزید برآں فرماتے ہیں:

المسلم : ھُوَ الْمُخْلِصُ لِلّٰہِ الْعِبَادَۃَ --- [لسان العرب، ج ۱۲، ص ۲۹۳]

جو عبادت کو اللہ ہی کے لیے خاص کر لے وہی مسلمان ہے، مسلمان وہ ہے جو اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا پیکر بن جائے، جو صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرے، اس کے وجود سے عبادتِ غیر کی ہر صورت کا خاتمہ ہو جائے۔ شرک فی العبادۃ کا ایک ذرّہ بھی اس کے وجود میں تلاش کرنے سے بھی میسر نہ آئے اور عبادت میں اس بندے کا اخلاص بڑھتے بڑھتے اس کو ایسا کر دے کہ وہ بندہ المخلص للّٰہ کا پیکر بن جائے، اس کا ہر کام اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہو۔

اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ --- [البقرۃ، ۲: ۲۰۷]

اللہ کی رضا و خوشنودی اس کے ہر فعل سے جھلکے اور اللہ کی رضا اس کے ہر قول میں محسوس ہو۔

لفظ کافر کا مفہوم

ہم لفظ مسلم کا معنی اس کی ضد سے بھی سمجھتے ہیں، اس کے مدمقابل لفظ کفر بولا جاتا ہے، جس کا معنی چھپانا اور ڈھانکنا ہے۔[ابوبکر رازی، (م ۶۶۰ھ)، مختار الصحاح، مادہ کفر، بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۲۳۹]

کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایمان کو دل میں چھپا لیتا ہے اور زبان و دل سے اس کا اظہار نہیں کرتا۔

اس معنی کو ائمۂ عقیدہ امام ابوالحسن اشعری، ابومنصور ماتریدی اور علامہ تفتازانی نے بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں:

اَلْكُفْرُ هُوَ الْجُحْدُ وَ الْاِنْكَارُ---[اشعری، ابوالحسن علی بن اسماعیل (۳۲۴ھ)، مقالات اسلامین، دار احیاء التراث، بیروت، لبنان، ص ۱۴۰/ تفتازانی، سعدالدین سعود بن عمر عبداللہ (۷۹۱ھ)، شرح المقاصد فی علم الکلام، دار المعارف النعمانیہ، ج ۲، ص ۲۶۸]

''کفر کا معنی سخت اور کھلا انکار ہے''---

مسلمان ایمان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر ہر حکم کو مانتا چلا جاتا ہے، جب کہ کافر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کا انکار کرتا جاتا ہے۔ کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اسلام کی ہر ہر حقانیت و صداقت پر مبنی شہادت اور حقیقت کو چھپاتا چلا جاتا ہے اور ہر ہر موقع پر تکذیبِ توحیدِ الٰہی اور تکذیبِ نبوت و رسالت کا عمل دہراتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے کافر ٹھہرتا ہے۔

کفر تکذیبِ الٰہی اور تکذیبِ رسالت کا نام ہے

اسی بنا پر امام ابن نجیم کہتے ہیں:

اَلْكُفْرُ لُغَةً السَّتْرُ وَ شَرْعًا تَكْذِيْبُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَثْبُتُ عَنْهُ ادِّعَاؤُهٗ ضَرُوْرَةً---[ابن نجیم، شیخ زید بن ابراہیم بن بکر الحنفی (۹۷۰ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مطبعہ علمیہ، مصر، ج ۵، ص ۱۲۹]

''لغتاً اس کا معنی چھپانا ہے اور شرعاً حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بحیثیت اللہ کے رسول ﷺ جو چیز بطورِ دعویٰ اسلام اور ضرورتِ اسلام کے طور پر ثابت ہو اس کا انکار کرنا کفر ہے''---

اور اس ضمن میں جمہور اہلِ اسلام کا یہ موقف بھی اپنے پیشِ نظر رکھیں کہ اصولاً کفر کا تعلق اعتقاد و عقیدہ سے ہے، اگر کوئی شخص عقیدہ میں کافر نہیں اور اپنے عمل فی الاسلام میں تساہل کا طرزِ عمل رکھتا ہے، تو اس بنا پر اس کو کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔

[اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۷، ص ۳۴]

کردارِ مسلم کی علامات

آیئے! اب ہم کردارِ مسلم کی کچھ علامات، کچھ نشانیاں ایک مسلمان کے وجود میں تلاش کریں اور ان علامات اور نشانیوں کا تعین ہم اپنے اپنے تصورات اور نظریات سے نہیں کرتے، بلکہ ہم جس ذات کی وجہ سے مسلمان ہیں اور جس ذات نے ہمیں اسلام کی راہ پر لگایا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات و شخصیت ہے۔

❶ ...... ہماری زبان ہمارے ایمان کی پہچان ہے

آپ ﷺ نے ایک مسلم کردار کی پہلی علامت یہ بیان کی ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ---[بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب: من سلم المسلمون، رقم:۱۱]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''---

دوسرے مسلمان اس مسلمان سے دو چیزوں میں محفوظ رہیں۔ من لسانہ اس کی زبان دوسروں کو تکلیف نہ دے، دوسروں کو کسی قسم کی اذیت نہ دے۔ اس کی زبان پر کسی کی تحقیر نہ ہو، وہ زبان فحش سے پاک ہو، وہ زبان سب و شتم سے دور ہو، وہ زبان گالی گلوچ سے محفوظ ہو، وہ زبان طنز و تشنیع سے ماوراء ہو، وہ زبان طاہر ہو۔ لوگوں کے اذہان و قلوب کی تطہیر کرائی جائے۔ یہ زبان ہی لوگوں کے درمیان محبت پیدا کرتی ہے اور یہ زبان ہی لوگوں کے درمیان نفرت پیدا کرتی ہے۔ یہ زبان ہی جوڑتی بھی ہے اور یہ زبان ہی توڑتی بھی ہے۔ یہ زبان

ہی دوست بناتی ہے اور یہ زبان ہی دشمن بناتی ہے۔ یہ زبان ہی رشتے توڑتی ہے اور یہ زبان ہی جذبات مجروح کرتی ہے، یہ زبان ہی چھری، کانٹے، چاقو اور تلوار سے بھی زیادہ گہرا زخم لگاتی ہے۔ اس لیے کسی عربی شاعر نے زبان کی اس خاصیت کا اظہار یوں کیا:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ، لَھَا الْتِئَامٌ وَ لَا یُلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

''جو زخم چھری و تلوار سے لگایا جائے وہ بھر جاتا ہے اور جو زخم زبان سے لگایا جائے وہ نہیں بھرتا''---

معزز قارئین! آج ہماری معاشرتی زندگی، کاروباری زندگی، گھریلو زندگی، دفتری زندگی میں عدم سکون، پریشانی واضطراب اور نااتفاقی و بے چینی کا سب سے بڑا سبب ہماری نوک دار زبان ہے، جو چھری اور تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے۔ جو ایسا کاٹتی ہے کہ کسی کو دوستی سے ہی کاٹ دیتی ہے، کسی کو رشتے ہی سے فارغ کر دیتی ہے، کسی کو دیرینہ تعلق سے محروم کر دیتی ہے، کسی کی لازوال وفاؤں کو ایک لمحے میں خاکستر کر دیتی ہے۔ یہ زبان بسانے پر آئے تو وفاؤں کے گلستاں آباد کرتی ہے اور یہ زباں اجاڑنے پر آئے تو پھر چہروں کو مرجھا اور جھلسا دیتی ہے۔

اس زبان کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے اپنی زبان کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''---

اس زبان کے شر سے ہم نے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ کرنا ہے، تب ہماری مسلمانی مسلّم ہوگی اور اسی طرح متعدد اور مختلف احادیث میں المسلمون کی بجائے الناس کے کلماتِ مبارکہ بھی آئے ہیں۔

ہماری زبان سے تمام لوگ محفوظ رہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ--- [احمد بن حنبل، المسند، ج ۲، ص ۱۸۷، رقم ۶۷۵۳/ طبرانی، المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۲۸۷، رقم ۳۱۷۰]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں''---

کردارِ مسلم یہ ہے کہ اس کے وجود سے دوسرے تمام انسان بھی محفوظ رہیں، اس کی زبان کسی بھی انسان کی دلآزاری نہ کرے اور اس کے ہاتھ کسی بھی انسان کا خون نہ بہائیں، کسی انسان کا مال نہ لوٹیں۔ اگر یہ علامات کسی وجود میں پائی جائیں تو وہ مسلم وجود ہے، اس میں ایک مسلم کردار ہے۔

❷...... ہاتھ سے دوسرے انسان محفوظ رہیں

کردارِ مسلم کی دوسری نشانی و علامت، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ یَدِہٖ---

لوگ اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں، اس کے ہاتھ لوگوں کو شر نہ پہنچائیں، اس کے ہاتھوں سے فعلِ حرام سرزد نہ ہو، اس کا ہاتھ قتل و غارت میں ملوث نہ ہو، اس کا ہاتھ چوری وڈکیتی میں مصروف نہ ہو، اس کا ہاتھ کرپشن، بدعنوانی اور حرام خوری کا خوگر نہ ہو، اس کا ہاتھ دَجل، فراڈ، دھوکہ دہی میں آلہ کار نہ ہو، اس کا ہاتھ ظلم وستم کرنے، وحشت و بربریت بپا کرنے میں شاغل نہ ہو، اس کا ہاتھ فتنہ وفساد، خونریزی، قتل وغارت گری اور دہشت گردی میں ملوث نہ ہو۔ گویا جس کی زبان سلامتی والی ہے اور جس کے ہاتھ سلامتی والے ہیں، وہی مسلمان ہے، وہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پسندیدہ اور محبوب ہے۔

کردارِ مسلم کی تشکیل اور رشتۂ اخوت

کردارِ مسلم رشتۂ اخوت سے تشکیل پاتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس رشتہ اخوت کی بنیاد اخوت بالعقیدہ پر رکھی ہے۔ اخوت بالعقیدہ کو نظریۂ اسلام کی بنا پر اخوت بالدم 'خون کی بنا پر اخوت' پر ترجیح حاصل ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَظْلِمُہٗ، وَلَا یُسْلِمُہٗ---[بخاری، الصحیح، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم، ج۲، ص۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰]

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے''---

مسلمان دوسرے مسلمان پر رشتہ اخوت کی بنا پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے ضرورت کے وقت اپنی دوستی سے محروم کرتا ہے۔ ظلم کرنا یہ ہے کہ کسی انسان کو اس کے حق سے محروم کر دیا جائے۔ انسان کسی کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کر لے، کسی کو اس کی جائیداد سے محروم کر دے، کسی کی زمین پر قبضہ کر لے، کسی کا مال لوٹ لے۔ ہر وہ چیز ظلم ہے جو اس کا حق نہیں اور وہ اس چیز کو اس مظلوم سے اپنی قوت و طاقت اور ڈر و دہشت کی بنا پر جبراً اور اکراہ لے۔ اس دینے میں مظلوم کی مرضی شامل نہ ہو، تو یہ ظلم ہے۔ ظلم بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ہو، اس کی ہر صورت ظلم ہے اور اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

③...... ہر مسلمان کے مال، جان اور عزت کی حفاظت

مسلمان کا کردار سلامتی والا ہے اور ہر ظلم سے پاک ہے۔ اسی کردارِ مسلم کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اپنے اندر اسلام کی یہ علامات پیدا کرے کہ وہ خود کو سراسر سلامتی والا، پُر امن اور ہر ظلم سے پاک بنائے اور اس کی عملی تعبیر اپنے وجود سے یوں ظاہر کرے جیسے رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان کیا:

کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُہٗ وَ مَالُہٗ وَ عِرْضُہٗ---[مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصّلة، باب تحریم ظلم، ج ۴، ص ۱۹۸۶، رقم: ۲۵۶۴]

''ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے''---

دوسری حدیث مبارکہ میں یہ کلمات کچھ یوں آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُہٗ وَ مَالُہٗ وَ دَمُہٗ---[ترمذی، السنن، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی شفقة المسلم، ج ۴، ص ۳۲۵]

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے''---

رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات اور یہ کلماتِ مبارکہ اطاعتِ رسول ﷺ کی صورت میں اگر ہماری زندگیوں میں آ جائیں، ہماری سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی پیروی میں آ جائے، ہمارا عمل، قولِ رسول کی اتباع میں آ جائے، ہمارا کردار فرمانِ رسول سے روشنی پائے

تو ہمارے معاشرے سے زیادہ پُر امن معاشرہ، بقائے باہمی کا معاشرہ، سلامتی و آشتی والا معاشرہ، محبت و پیار والا معاشرہ، تحمل و رواداری والا معاشرہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

ہمارے کردار مسلم کا زوال یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ہماری شخصیات میں اترتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔ ہم نام کے تو مسلمان ہیں مگر عمل میں اسلام نظر نہیں آتا۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ إِخْوَانًا---[مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم، ج۴،ص۱۹۸۶، رقم:۲۵۶۴]

''اے اللہ کے بندو! باہم بھائی بن جاؤ''---

کردارِ مسلم اور متفرق علامات

اب سوال یہ ہے کہ اخوت بین المسلمین کیسے اور کس طرح قائم ہوسکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کا طریقہ بھی خود بتا دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ---[مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم، ج۴،ص۱۹۸۶، رقم:۲۵۶۴]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر اپنا سودا نہ کرے''---

مزید برآں فرمایا: مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان پر:

لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ، وَلَا یَحْقِرُہٗ---

''نہ تو ظلم کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے''---

دوسری حدیث مبارکہ جامع ترمذی میں فرمایا:

لَا یَخُوْنُہٗ وَلَا یَکْذِبُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ---[ترمذی، السنن، کتاب البر والصّلۃ، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم، ج۴،ص۳۲۵، رقم۱۹۲۷]

''مسلمان دوسرے مسلمان سے نہ خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے''---

آج ہم اپنے وجودوں میں اس مسلمان کو تلاش کرنا چاہتے ہیں جس کی علامات اور نشانیاں رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہیں۔ یہی علامات اور صفات اگر ہمارے وجودوں میں پائی جائیں تو تبھی ہم کردارِ مسلم کے حامل ہو سکتے ہیں اور اس آیہ کریمہ کے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

حسد نہ کرنا

ان ہی نشانیوں میں سے ایک لَا تَحَاسَدُوْا ہے۔ مسلمان دوسرے مسلمان سے حسد نہیں کرتا، اس لیے کہ حسد انسان کو نفرت دیتا ہے اور حسد انسان میں عداوت پیدا کرتا ہے، حسد انسان کی نیکیوں کو ختم کرتا ہے، حاسد محروم رہتا ہے۔ اس لیے اسلام حسد کی بجائے رشک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں کی نعمتوں پر جلا نہ کرو بلکہ وہ نعمتیں اپنے لیے خدا سے مانگا کرو۔

دھوکہ نہ دینا

ایک اور علامت وَ لَا تَنَاجَشُوْا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دھوکہ نہ دے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ فراڈ نہ کرے، دھوکے سے مال نہ بنائے، دھوکے کا مال انسان کو اللہ کی نفرت اور برکت سے محروم کرتا ہے۔ دھوکہ انسان کو دجال بناتا ہے اور دجال کے طبقے میں لاتا ہے۔

بُغض نہ رکھنا

وَلَا تَبَاغَضُوْا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ بغض دل کا میل ہے، بغض عداوت کو جنم دیتا ہے، عداوت انسان دشمنی کا عمل ہے۔ عداوت انسان کو اللہ کی رحمت اور فضل سے محروم کرتی ہے۔

بے اعتنائی نہ کرنا

وَ لَا تَدَابَرُوْا ایک دوسرے سے رخ نہ موڑو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کسی بھی بنا پر رُخ نہ موڑے، کسی صورت میں قطع تعلقی نہ کرے، کسی کے وجود میں اگر شر ہے تو اس کے شر سے بچے، اس کے وجود سے نفرت نہ کرے اور خود اس مسلمان اور اس انسان کو

حقیر نہ جانے، اسلام ہر حال میں صلہ رحمی کا حکم اور قطع تعلقی سے منع کرتا ہے۔

رسوا نہ کرنا

وَ لَا یَخْذُلُہٗ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو رسوا نہ کرے۔ ہر نفس عزت کا مستحق ہے، کسی بھی انسان کی تذلیل نہ کی جائے، کسی کو بھی رسوا نہ کیا جائے، کسی کو بے حیثیت نہ جانا جائے۔ انسان سے بحیثیت انسان پیار کیا جائے، مسلمان کا بحیثیت مسلمان احترام کیا جائے۔

کسی کو بے عزت نہ کرنا

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ایک شرابی پر حد لگوائی۔

فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : أَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ : لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ ---[بخاری، الصحیح، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید و النعال، رقم:٦٧٧٧]

''وہ سزا کے بعد جانے لگا تو کچھ لوگوں نے اسے کہا، اللہ تجھے رسوا کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اسے یوں نہ کہو اور اس طرح کہہ کر اس پر شیطان کو مسلط نہ کرے''---

خلاصۂ کلام

یہ ہے وہ کردارِ مسلم جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے اور فرمایا، ایک شرابی ہے، سزا یافتہ ہو گیا ہے، پھر بھی اس کی عزتِ نفس کا پاس کرو، اس کو بھی کسی قسم کی گالی نہ دو اور اس کو برا بھلا نہ کہو۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہارے اس طرح کہنے سے وہ برائی پر ثابت قدم ہو جائے، وہ اپنی توبہ و استغفار سے پھر جائے۔ تمہارے اس طرح کہنے سے اس کی عزتِ نفس مجروح ہو گی۔ درست ہے وہ گناہگار ہے، مگر مسلمان ہے، مسلمان قابلِ احترام ہے اور انسان ہے، وہ قابلِ تکریم ہے۔

باری تعالیٰ ان قرآنی اور نبوی تصورات کو اپنی زندگی میں ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

مطالعہ کتب کی ضرورت واہمیت اور عصری تقاضے

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

ترقی یافتہ اقوام کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ علم ہی سابقہ وموجودہ اقوام وملل کی ترقی وعظمت رفتہ کی بنیاد ہے۔علم اور صاحبِ علم کی فضیلت اللہ رب العزت کے ہاں اس فرمان سے واضح ہوتی ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً---[البقرة،۲:۳۰]

’’اور(وہ وقت یاد کریں)جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں‘‘---

یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور علم عطا فرمایا، پھر فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ علم کی برتری کی وجہ سے فرشتوں نے سجدہ کیا۔لیکن سوال یہ ہے کہ حقیقی علم کہاں سے میسر آتا ہے جو انسان کی رفعت وبرتری،ترقی وفلاح اور ہدایت کا عظیم ذریعہ بنتا ہے؟

حقیقی علم کا بنیادی مصدر کتابِ مبین یعنی قرآن کریم ہے۔کتابِ مبین کا مطالعہ انسان کو ہدایت اور ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ٥---[البقرة،۲:۱]

’’(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ)

پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے"---

اللہ رب العزت نے بے راہ رو اور گمراہی میں مبتلا لوگوں کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور انہیں صحف اور کتابیں عطا فرمائیں تاکہ لوگ ان صحیفوں اور کتابوں کو پڑھ کر حقیقی علم تک رسائی حاصل کریں۔

مطالعۂ کتب کی اہمیت اہلِ اسلام کے نزدیک ایک مسلم امر ہے، جس کا انکار کسی سطح پر ناممکن ہے۔ کیونکہ خطابِ الٰہی کا پہلا لفظ ہی اِقْرَاْ "پڑھو" ہے، اسی لفظ سے اللہ جل مجدہ نے اپنے خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کی نبوت ورسالت کا آغاز فرمایا ہے اور یہی پہلا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم ﷺ کو عطا فرمایا۔

دنیا کے مختلف علوم ومعارف اور اسرار ورموز اگر ہمیں کسی جگہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں، وہ کتاب ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ علم وحکمت کو کتاب کی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام حاکم بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَیِّدُوا الْعِلْمَ بِالْکِتَابِ---[مسند دارمی:۵۱۴]

"علم کو کتاب میں قید کرو، یعنی لکھا کرو"---

اسی بنا پر علماء ومفکرین کتاب کو کنز اور خزانہ قرار دیتے تھے۔ حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں:

إِذَا وَجَدْتُّ کِتَابًا جَدِیْدًا فَکَأَنِّیْ وَقَعْتُ عَلَیَّ کَنْزٌ---

"اگر مجھے کوئی نئی کتاب ملتی تو گویا مجھے خزانہ حاصل ہوا"---

کتاب قاری کو اپنے دَور کے مصنفین کے افکار ونظریات اور احوالِ زمانہ سے آگاہ رکھتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نئے افراد کی مضبوط کھیپ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جہاں قاری کتب کے ذریعے حالاتِ حاضرہ سے آگاہی حاصل کرتا ہے، وہاں کچھ کتب اسے دورِ قدیم کے نامور ائمہ، محدثین، فلاسفہ، حکماء اور مفکرین سے بھی فیضیاب کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یعنی دورِ جدید میں رہتے ہوئے اگر دورِ قدیم تک کوئی رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا واحد ذریعہ کتاب ہے۔

چنانچہ امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

"لوگ جتنا علم اپنے اسلاف کی کتابوں میں پاتے ہیں اتنا اپنے اساتذہ اور مشائخ سے نہیں حاصل کر سکتے ہیں"---

ہمارے اسلاف مطالعۂ کتب کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ بعض ایسے شواہد بھی

تاریخ میں ملتے ہیں کہ کتابوں پر دسترس حاصل کرنے کے ارادہ سے وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ اسی طرح لڑکیوں کے جہیز میں کتب خانے کے بھی نظائر وشواہد تاریخ میں ملتے ہیں۔ چنانچہ امام اسحاق بن راہویہ نے سلیمان بن عبداللہ زغندانی کی بیٹی سے شادی اس لیے کی تھی کہ اس سے انھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف پر مشتمل کتب خانہ مل جاتا تھا۔ [انساب للسمعانی، ۶:۳۰۶]

امام محمد بن حسن شیبانی جو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم شاگردوں میں سے ہیں، ان کی سیرت کا مطالعہ کر کے ایک انگریز نے کہا تھا:

''مسلمانوں کے چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہوگا؟''---

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا عالم یہ تھا کہ آپ پوری پوری رات مطالعہ کتب میں جاگتے گزار دیتے، جب لوگوں نے آپ سے اس مشقت اور مجاہدہ کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

''میں کیسے سو جاؤں؟ جب کہ عام مسلمان اس وجہ سے بے فکر ہو کر سو جاتے ہیں کہ جب انہیں جب کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو اس کا جواب محمد بن حسن سے مل جائے گا''---

یعنی آپ کو امتِ مسلمہ کے مسائل کی اس قدر فکر رہتی تھی کہ ساری رات کتابوں میں ان کے مسائل کا حل تلاش کرتے اور ڈھونڈتے گزار دیتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ لوگ ان پر اعتماد کر کے سو جاتے ہیں۔

مطالعۂ کتب سے قوتِ حافظہ کو تقویت ملتی ہے، چنانچہ امامِ بخاری سے حافظہ کی دوا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے:

لَا اَعْلَمُ شَیْئًا اَنْفَعَ لِلْحِفْظِ مِنْ نَھْمَۃِ الرَّجُلِ، وَ مُدَاوَمَۃِ النَّظَرِ ---

[سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۴۰۶]

''حافظہ کے لیے آدمی کے انہاک، دائمی نظر و مطالعہ سے بہتر کوئی چیز میرے علم میں نہیں''---

اچھی کتابوں کا مطالعہ نہ صرف انسان کے ذہن و شعور کو جلا بخشتا ہے بلکہ انسان کو مہذب بھی بناتا ہے۔ بہترین کتب انسانی شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتی ہیں۔ کتاب سے دوستی انسان کو شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کرواتی ہے، الغرض کتاب ہی انسان کی بہترین مونس و رفیق ہے۔

زمانۂ عباسی کے مشہور شاعر متنبّی کا شعر بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

اَعَزُّ مَکَانٍ فِی الدُّنْیَا سَرْجُ سَابِحٍ
وَ خَیْرُ جَلِیْسٍ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ

''ایک مسافر کے لیے دنیا کا بہترین مقام گھوڑے کی پشت ہے اور زمانہ میں بہترین ہم نشین کتاب ہے''---

ارسطو سے پوچھا گیا کہ آپ کسی شخص کو جاننے کے لیے کیا پیمانہ استعمال کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تو نے کتنی کتابیں پڑھیں اور کیا کیا پڑھا ہے؟

مشہور مسلم مفکر، دانش ور اور فلسفی ابونصر الفارابی جنہیں تاریخ ارسطوئے ثانی اور معلم ثانی کے نام سے پہچانتی ہے، مسلم دنیا کے یہ عظیم سائنس دان دنیا کی 70 زبانیں جانتے تھے، ان کی ابتدائی زندگی انتہائی غربت میں گزری، مگر اتنا بڑا مقام انہیں کتاب کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے ملا۔ کہا جاتا ہے کہ ابونصر فارابی کی غربت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس چراغ کا تیل خریدنے کے لیے بھی پیسہ نہ تھا، چنانچہ وہ رات کو چوکیداروں کی قندیلوں کے پاس کھڑے ہو کر کتاب کا مطالعہ کرتے تھے۔

امام جرجانی لکھتے ہیں:

مَا تَطَعَّمْتُ لَذَّۃَ الْعَیْشِ حَتّٰی
صِرْتُ فِی وَحْدَتِی لِکُتُبِی جَلِیْسًا

''میں نے زندگی کا مزہ اس وقت تک نہ چکھا جب تک کہ میں نے کتاب کو اپنی خلوت کا ہم نشین نہ بنالیا''----

لَیْسَ عِنْدِی شَیْءٌ أَجَلَّ مِنَ الْعِلْمِ
فَلَا أَبْتَغِی سِوَاہُ أَنِیْسًا

''میرے نزدیک علم سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا دوست وانیس تلاش کرتا ہوں''---

احمد شوقی کہتے ہیں:

اَنَا مَنْ بَدَّلَ بِالْکُتُبِ الصِّحَابَا
لَمْ أَجِدْ لِی وَافِیًا إِلَّا الْکِتَابَا

’’میں وہ ہوں جس نے ساتھیوں کے بدلے کتابیں اپنائیں اور میں اپنے لیے کتاب سے زیادہ وفادار کسی کو نہیں جانتا‘‘---

خلیفہ مامون کے زمانے میں ایک عظیم ادیب نے اتنی اہم کتاب لکھی کہ اس سے کہا گیا:

سَنُعْطِیْكَ ثَمَنَ هٰذَا الْكِتَابِ مَا یُسَاوِیْ وَزْنَهٗ ذَهَبًا---

[الاضاءة فی أهمیة الكتاب و القراءة، الفصل الاوّل، ج۱، ص۱۴]

’’ہم آپ کو اس کتاب کے وزن کے برابر قیمت میں سونا عطا کریں گے‘‘---

تو اس ادیب نے جواب دیا:

هٰذَا كِتَابٌ لَّوْ یُبَاعُ بِوَزْنِهٖ
ذَهَبًا لَّكَانَ الْبَائِعُ مَغْبُوْنًا

’’اگر یہ کتاب سونے کے وزن کے برابر بیچی جائے تو بائع (سیلر) دھوکہ باز قرار پائے گا‘‘---

اَمَا مِنَ الْخُسْرَانِ اَنَّكَ آخِذٌ
ذَهَبًا وَّ تَتْرُكُ جَوْهَرًا مَّكْنُوْنًا

’’کیا میں خسارے والوں میں سے نہیں ہوں گا کہ آپ سونا لینے والے ہوں گے اور جوہر کو دور چھپا ہوا چھوڑ دیں گے‘‘---

قدیم رومی جمہوری سلطنت کے ادیب اور عظیم فلسفی سوسیر کا قول ہے کہ:

بَیْتٌ مِّنْ غَیْرِ كُتُبٍ كَجِسْمٍ مِّنْ غَیْرِ رُوْحٍ---

’’کتابوں کے بغیر گھر ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر روح کے ہوتا ہے‘‘---

باکون کہتا ہے کہ اگر آپ تنہائی میں اُنس، خلوت میں لذت اور محفل میں زینت کا طریقہ جاننا چاہتے ہوں تو کتاب سے پوچھو۔

عباس العقاد کہتے ہیں:

’’آپ کو مربی و مرشد کہتے ہیں کہ وہ پڑھیں جو آپ کو نفع دے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو پڑھتے ہو، اس سے فائدہ حاصل کرو‘‘---

ابن جوزی فرماتے ہیں:

’’اگر تم لذت اور راحت چاہتے ہو تو اے علم والو! اپنے گھر کے اندر رہو اور

وہاں بھی اپنے گھر والوں سے کنارہ کش رہو تو تمہاری زندگی خوش گوار ہو جائے گی۔
بیوی، بچوں سے ملاقات کے لیے ایک وقت متعین کر لو کیونکہ جب انہیں
ایک وقت معلوم ہو جائے گا تو پھر اس وقت تم سے ملاقات کے لیے تیاری کریں گے
اور اس طرح تمہارا رہن سہن بہتر ہو جائے گا''---

آپ مزید فرماتے ہیں:

''تمہارے گھر میں کوٹھڑی ایسی ہونی چاہیے جس میں خلوت اختیار کر سکو
تاکہ اس میں جا کر اپنی کتابوں کی سطروں سے گفتگو کر سکو اور اپنی فکر کے میدان میں
دَوڑ سکو۔ یعنی خلوت و تنہائی میں علم و معرفت پر مبنی وہ کتابیں جو انسان کو حق تعالیٰ
کی معرفت اور اس کی مناجات کی طرف لے جائیں، بہترین ہم نشین ہیں''---

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

انسان کی سرگرمیوں میں فی زمانہ مطالعۂ کتاب اہم سرگرمی شمار ہوتا ہے۔ دَورِ حاضر میں
جدید ریسرچ نے مطالعۂ کتب کی اہمیت اور فوائد کے بارے میں تحقیقات سے ثابت کیا ہے
کہ کتاب بینی دماغی امراض سے انسان کی حفاظت کرتی ہے اور ٹینشن کو کم کرتی ہے۔

اچھی کتابیں زندگی پر بہت اچھے اثرات مرتب کر سکتی ہیں--- ادب انسانی مزاج میں
نرمی پیدا کرتا ہے--- ذہن پر خوش گوار اور صحت مند اثرات مرتب ہوتے ہیں---
مطالعے سے انسان کے اندر مثبت اور مضبوط سوچ پیدا ہوتی ہے--- کتب کے مطالعہ سے
انسان کے اندر دلیل کے ساتھ بات کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے--- آج ہم سنی سنائی باتوں
کی بجائے مطالعہ کے ذریعے اپنے اندر تحقیق کا رجحان پیدا کریں تو بہت سے مسائل اور
جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں---

اگر ملتِ اسلامیہ دوبارہ سے دنیا میں عزت اور عروج حاصل کرنا چاہتی ہے تو ہمیں چاہیے
کہ علم کی اس متاعِ گم گشتہ کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر کریں، کیونکہ علم کے اس زینے سے
گزرے بغیر کامیابی کی بلندی تک پہنچنا نہ صرف مشکل بلکہ ایک ناممکن عمل ہے۔

[ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن، اپریل 2021ء]

✧✧✧✧✧

شعبان المعظم اور شبِ براءت

مفتیٔ اعظم مفتی منیب الرحمٰن●

شعبان المعظم اسلام کی رو سے ایک مقدّس اور متبرک مہینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ، وَ شَعْبَانَ، وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ---

[شعب الایمان:3534]

''اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما اور (برکتوں کے ساتھ) ہمیں رمضان تک پہنچا''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

شَھْرُ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ وَ شَھْرُ شَعْبَانَ شَھْرِیْ : شَعْبَانُ الْمُطَھِّرُ وَ رَمَضَانُ الْمُکَفِّرُ---[کنز العمال:23685]

''رمضان، اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے، شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو معاف کرنے والا ہے (یعنی اس کا سبب ہے)''---

یہی سبب ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

●......رئیس دارالافتاء، دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، کراچی/صدر تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان

''میں نے (کبھی) نہیں دیکھا کہ سوائے رمضان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نفلی روزے شعبان میں رکھتے تھے'' ---[سنن ابی داؤد:2434]

شعبان المعظم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں؛ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رمضان المبارک کے علاوہ) کسی بھی دوسرے مہینے کے مقابلے میں شعبان کے زیادہ روزے رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان ایسا (عظیم المرتبت) مہینہ ہے، جس سے لوگ غافل ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں (بندوں کے) اَعمال ربّ العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمالِ (صالحہ) اس حال میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں'' ---[سنن نسائی:2357]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے ماہِ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا نفل روزے کے لیے آپ کو شعبان تمام مہینوں سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سال وفات پانے والے تمام افراد کے نام (قبضِ ارواح پر مامور فرشتوں کے رجسٹر میں) لکھ دیتا ہے، تو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری وفات (اگر مقدر ہے تو) روزے کی حالت میں نصیب ہو'' ---[مسند ابی یعلیٰ:4911]

شعبان کی پندرہویں شب

بعض تفاسیر میں اسے لَیْلَۃُ الْبَرَاءَۃ، لَیْلَۃُ الرَّحْمَۃ، لَیْلَۃُ الْمُبَارَکَۃ اور لَیْلَۃُ الصَّکّ بھی کہا گیا ہے، قرآنِ کریم میں لَیْلَۃُ الْمُبَارَکَۃ کا ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''حٰمٓ، روشن کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والے کام کا

فیصلہ کیا جاتا ہے، (یہ) ہمارے پاس سے حکم ہوتا ہے، بے شک ہم ہی (رسولوں) کو بھیجنے والے ہیں، (یہ) آپ کے رب کی طرف سے رحمت (ہے)، بے شک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے'' ---[الدخان: 1 تا 6]

جمہور مفسرین کے نزدیک ''برکت والی رات'' سے مراد ''لیلۃ القدر'' ہے؛ تاہم عکرمہ اور بعض مفسرین نے اس سے ''شبِ براءت'' مراد لی ہے، لیکن پہلا قول ہی راجح ہے۔ جن مفسرین نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، انہوں نے دونوں اقوال میں تطبیق کی ہے۔ شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شب براءت کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

❶ ......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی درمیانی (پندرہویں) شب کو خاص توجہ فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ (مغفرت کے طلب گار) اپنے سب بندوں کو بخش دیتا ہے'' ---[سنن ابن ماجہ: 1390]

❷ ......حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''جب شعبان کی درمیانی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب (خصوصی) توجہ فرماتا ہے، پھر (مغفرت کے طلب گار) مومن کو بخش دیتا ہے اور (سرکشی میں مبتلا) کافروں کو مہلت دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اُن کے کینے کے سبب چھوڑ دیتا ہے تاوقتیکہ وہ کینہ چھوڑ دیں (یعنی اپنے دلوں کو کینے سے پاک کر دیں)'' ---[شعب الایمان: 3551]

مجرم کو ڈھیل دینا بھی ایک طرح کی سزا ہے تاکہ وہ سرکشی میں انتہا کو پہنچ کر شدید ترین عذاب کا سزاوار قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① ......''ہم تو اُن کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ اُن کے گناہ بڑھتے چلے جائیں اور اُن کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے'' ---[آل عمرٰن: 178]

② ......''بے شک کافر اپنی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں، سو آپ کافروں کو ڈھیل دے دیں (اور) اُن کو تھوڑی

مہلت دیں‘‘---[الطارق:15 تا17]

3......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جب شعبان کی درمیانی شب آئے، تو رات کو نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (اس رات کو) غروبِ آفتاب ہی سے آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ اِجلال فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور ارشاد فرماتا ہے: کیا ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی رزق (کی کشادگی) کا طلب گار کہ میں اسے رزقِ (واسع) عطا کروں، ہے کوئی مبتلائے مصیبت کہ میں اس کی مصیبت کا درماں کروں، الغرض بندوں کی تمام حاجات کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیضانِ رحمت طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے‘‘---[سنن ابن ماجہ:1388]

4......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

’’شعبان کی درمیانی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بستر سے (اٹھ کر) تشریف لے گئے، (آگے چل کر) فرماتی ہیں: مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ کسی زوجہ مطہرہ کے پاس گئے ہیں، میں گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے لگی، تو میرے پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں پر پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ سجدہ میں تھے، مجھے یاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: (اے اللہ!) میرے جسم و جاں تیری بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں، میرا دل تجھ پر ایمان لایا، میں تیری تمام نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں، میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی، سو تو مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے، میں تیری سزا سے بچ کر تیرے عفو و کرم کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیرے غضب سے بچ کر تیری رحمت کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ناراضی سے بچ کر تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری گرفت سے بچنے کے لیے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، (اے اللہ!) میں تیری حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکا، تیری کامل ثناء ہی ہے جو تو نے خود اپنی ذات کی فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل عبادت میں

مشغول رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور کثرتِ عبادت سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ گیا تھا۔ میں آپ ﷺ کے پاؤں مَل رہی تھی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے تو اپنے آپ کو تھکا دیا، اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کو پہلے ہی مغفرتِ کُلّی کی یقینی بشارت دے دی ہے، آپ پر تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اے عائشہ! تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، تمہیں معلوم ہے آج کی رات میں کیا کیا برکتیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: حضور! بتائیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس رات کو (آنے والے سال کے دوران) بنی آدم کے ہر پیدا ہونے والے بچے اور ہر وفات پانے والے شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے، اس رات کو بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں اُن کا رزق نازل ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور آپ بھی نہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور تین مرتبہ فرمایا: میں بھی نہیں، سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں ڈھانپ لے"---

[فضائل الاوقات:26 / الدر المنثور للسیوطی، ج:7، ص350]

اس طویل حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر عَجز و نیاز فرماتے تھے، آپ ﷺ کے دل پر اللہ تعالیٰ کی جلالت کا کتنا غلبہ تھا، آپ ﷺ کس قدر انہماک سے عبادت کرتے تھے اور اتنی کثرتِ عبادت کے باوجود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار رہتے تھے۔ آپ ﷺ امت کو تعلیم دینا چاہتے تھے کہ اللہ کا بندہ کثرتِ عبادت سے چاہے انتہائی بلندی پر پہنچ جائے، لیکن اُسے اپنی عبادت اور تقوے پر ناز نہیں کرنا چاہیے، بندہ عبادت کر کے اللہ پر کوئی احسان نہیں کرتا، یہ تو بندگی کا فریضہ ہے۔ ان عبادات کو شرفِ قبولیت عطا کرنا اور انعامات سے نوازنا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل و کرم پر موقوف ہے، یعنی یہ بندے کا اللہ پر

حق نہیں ہے۔ جو لوگ فرطِ عقیدت میں شانِ الوہیت اور مقامِ نبوت کا تقابل کرتے ہیں، انہیں صرف ایک بار نہیں، بلکہ بار بار نبی کریم ﷺ کے تواضع اور عجز و انکسار سے لبریز اِن مبارک کلمات کو پڑھتے رہنا چاہیے، یہ سب کچھ تعلیمِ امت کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے متعدد روایات میں فرمایا:

''اس عظیم رات کو مشرک، قتلِ ناحق کرنے والے، ماں باپ کے نافرمان، سود خور، عادی شرابی، عادی زناکار، قطع رحمی کرنے والے، چغل خور اور کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوگی'' ---

یعنی ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے شریعت میں بیان کی ہوئی توبہ کی قبولیت کی شرائط پوری کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی کے حق دار نہیں بن سکتے۔

الغرض! پندرہویں شبِ شعبان کے فضائل حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوہریرہ، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابوثعلبہ اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں، یہ روایات اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، لیکن اِس پر علماء کا اجماع ہے کہ:

''فضائلِ اعمال میں ضعیف روایات معتبر ہوتی ہیں'' ---

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''رہا شب براءت کی فضیلت کا معاملہ، سو! وہ ایک مستقل معاملہ ہے، جو بعض روایاتِ حدیث میں منقول ہے، وہ اکثر ضعیف ہیں۔ اسی لیے قاضی ابوبکر بن عربی نے اس رات کی کسی فضیلت سے انکار کیا ہے۔ لیکن شب براءت کی فضیلت کی روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعیف ہیں، لیکن تعددِ طُرق اور تعددِ روایات سے اُن کو ایک طرح کی قوت حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے بہت سے مشائخ نے اِن کو قبول کیا ہے، کیونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے'' --- [معارف القرآن، ج7، ص758]

جامع ترمذی میں بَابُ مَا جَآءَ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ کے تحت شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی گئی ہے۔ اس پر

بحث کرتے ہوئے مشہور اہلِ حدیث عالم شیخ عبداللہ مبارک پوری لکھتے ہیں:

''جان لو کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں، یہ احادیث بحیثیتِ مجموعی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ (شریعت میں) اس کی اصل موجود ہے۔ پھر انھوں نے اس رات کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ذکر کر کے ان پر کلام کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

اور ان روایات کا مجموعہ اُن لوگوں پر حُجت ہے، جو یہ گمان کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے بارے میں دین میں کوئی بات ثابت نہیں ہے''---[تُحْفَۃُ الْاَحْوَذِی شرح جامع ترمذی، ج2، ص52 تا 53]

یہ اُن کی بحث کا خلاصہ ہے۔

شب براءت میں نفلی عبادت اور قبرستان جانا بدعت ہے؟

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے والد صاحب فرماتے تھے کہ ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں زندگی میں کم از کم ایک بار شعبان کی پندرہویں شب کو ضرور قبرستان جانا چاہیے''---

تاہم احادیثِ مبارکہ میں ایسی کوئی تحدید نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ علمائے کرام کسی نہ کسی درجے میں اس رات کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن پھر عوام کے مساجد میں نفلی عبادات اور مجالسِ وعظ کے لیے جمع ہونے کے رجحان کو بدعت بھی قرار دیتے ہیں، یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہم بھی اس رات میں قیام، عبادات، تلاوت و ذکر و اذکار اور تسبیحات و دُرود کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے، یہ باتیں سنت و مستحب ہیں، ہم ان کے التزام کی تلقین یا تاکید نہیں کرتے، صرف ترغیب دیتے ہیں اور ترک پر کسی کو ملامت بھی نہیں کرتے، کیونکہ مستحبات کے ترک پر ملامت کرنا اصولِ شرع کے خلاف ہے، البتہ جواز و استحباب احادیث و روایات میں موجود ہے۔ سو! شریعت میں جس بات کا ثبوت جس درجے میں ہو، اُسے مان لینا چاہیے، ہر بات کو مسلمانوں کے درمیان محلِ نزاع نہیں بنانا چاہیے اور ماننے والوں کو بھی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

ان احادیث کی روشنی میں ہمارے اس خطے میں شعبان کی پندرہویں شب کو اپنے مرحومین

کی قبور پر جانے کی روایت ہے اور یہ اچھی بات ہے، کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَزُوْرُوْھَا، فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا، وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ---

[سنن ابن ماجہ: 1571]

''میں نے (ابتدائے اسلام میں) تمہیں قبرستان جانے سے روکا تھا، سو! اب تم جایا کرو، کیونکہ اس سے دنیا کی ناپائیداری کا احساس ہوتا ہے اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے''---

دنیا سے کسی قدر بے رغبتی اور آخرت کی یاد شریعت کا مطلوب ہے، پس جب قبرستان جائیں تو آخرت کا تصور ذہنوں میں تازہ کریں کہ یہ اہلِ قبور بھی کبھی بڑی شان وشوکت والے تھے، حسین وجمیل مکانات میں رہتے تھے، پُرتعیش زندگی گزارتے تھے، اب چھ فٹ کے گڑھے میں لیٹے ہوئے ہیں، دنیا کی ساری عشرتیں اور قرابت کے رشتے اسی دنیا میں رہ گئے، میر تقی میرؔ نے کہا تھا:

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا — یکسر وہ استخواں شکستوں سے چُور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر — میں بھی کبھو کُسُو کا سرِ پُر غرور تھا

بہت سے لوگ زائرین کی سہولت کے لیے قبرستان کی صفائی کرتے ہیں، یہ بھی اچھی روایت ہے، کیونکہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز (یعنی پتھر، کنکر، کانٹے، موذی حشرات الارض وغیرہ) کے ہٹا دینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کا ایک حصہ قرار دیا ہے اور اگر کوئی سپرے بھی کر سکے تو اس کی وجہ سے حشرات الارض اور موذی جانوروں سے لوگ محفوظ رہیں گے۔ اب تو جدید دنیا بھی ماحولیاتی تطہیر کو بڑی اہمیت دے رہی ہے اور ماحولیاتی آلودگی کو ایک بڑا عالمی مسئلہ قرار دے رہی ہے۔ بعض لوگ قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں، زائرین کی سہولت کے لیے روشنی کا انتظام کرتے ہیں، یہ اچھی بات ہے، لیکن اس کا شبِ براءت کے معمولات سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، کہ اسے محض اس رات کے لیے خاص سنت یا عبادت سمجھ کر کیا جائے۔ یہ انتظام مستقل اور ضرورت کی حد تک ہونا چاہیے، اس میں اِفراط درست نہیں ہے۔ اہلِ قبور کو جو نور کام آتا ہے، وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کا نور ہے اور اہلِ قبور کو

ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے اس خطے میں شبِ براءت کے موقع پر آتشیں کھلونوں سے بچے کھیلتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔ ملکی قانون کی رو سے بھی آتشیں کھلونے بنانا، انہیں ذخیرہ کرنا اور بیچنا منع ہے اور مفادِ عامّہ کے قوانین کی پابندی شرعاً بھی مستحسن اور بعض صورتوں میں ضروری ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ محض دولت کمانے کے لیے غیر شرعی اور غیر قانونی کام کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا اچھی بات ہے، لیکن شبِ براءت کے حوالے سے حلوہ پکانا اور بانٹنا ہمارے خطے کا ایک رواج ہے، جو شریعت میں منع تو نہیں ہے، لیکن یہ شرعاً لازم بھی نہیں ہے۔

قضا نمازوں کو ادا کرنے کا اہتمام کریں

شب براءت کے لیے کوئی خاص عبادت منقول نہیں ہے، نوافل، تلاوتِ قرآنِ کریم، اَذکار و تسبیحات و دُرود میں سے جس کی بھی توفیق و سعادت نصیب ہو، قابلِ تحسین ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ اِن مبارک راتوں میں اور جب بھی موقع ملے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کی ارزانی ہو، تو ماضی کی قضا نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ حدیث مبارک میں ہے:

''غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں مشرکینِ مکہ (کے محاصرے) کی وجہ سے جاتی رہیں، یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا، پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اُنہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور مغرب کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور عشاء کی نماز پڑھائی''---[سنن ترمذی:179]

علامہ نظام الدین لکھتے ہیں:

''سننِ مُؤکَّدہ کے سوا دیگر نوافل پڑھنے سے قضا نمازیں ادا کرنے میں مشغول رہنا اَولیٰ اور اہم ہے''---[عالم گیری، ج1، ص125]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سو رکعات پر مشتمل ''صلوٰۃ الخیر'' منقول ہے، بعض مفسرین نے بھی اسے نقل کیا ہے اور ''غنیۃ الطالبین'' میں بھی اس کا حوالہ موجود ہے۔

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض سراسر فریب ہے، اِس کے قبول کی امید تو مفقود اور اُس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض، خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے، وہ قابلِ قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے''---

[فتاویٰ رضویہ، ج10، ص178، رضا فاؤنڈیشن، لاہور]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہوگا تو یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا''---

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام عقل و دانش کی رو سے غیر مفید ہے، کیونکہ عاقل کے نزدیک نفع کے حصول سے ضرر کا دور کرنا اہم ہے''---[فُتُوْحُ الْغَیْب مع شرح عبدالحق الدہلوی، ص273]

میں نے عام روش سے ہٹ کر یہ گزارشات اس لیے کی ہیں کہ دین میں ترجیحات اور اَحکامِ شریعت کی درجہ بندی کو بعض اوقات ہم نظر انداز کر دیتے ہیں اور ایک طرح سے یہ عملی تضاد کی صورت بن جاتی ہے۔ فرائضِ شرعی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر مسلمان سے مطلوب ہیں، یہ شریعت کا لازمی مطالبہ ہے۔ نفلی عبادات بلاشبہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور قرآن و حدیث میں اُن کے بے شمار فضائل بھی آئے ہیں، لیکن نفلی عبادات میں یہ رغبت فرائض کے ترک کا سبب نہیں بننا چاہیے اور نہ انہیں فرائض کا متبادل سمجھنا چاہیے، البتہ انہیں فرائض کا تکملہ اور تتمّہ سمجھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگ محافلِ نعت، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اَعراس کی مجالسِ مبارکہ پر دل کھول کر رقم خرچ کرتے ہیں، لیکن زکوٰۃ جو فریضۂ الٰہی ہے، اُس سے غافل رہتے ہیں، اس لیے شریعت کے مطابق ''اَلْاَھَمُّ فَالْاَھَمّ'' کی رعایت ضروری ہے۔

بعض مساجد میں لوگ باجماعت صلوٰۃ التسبیح [ا] کے نوافل پڑھتے ہیں، فقہائے کرام نے ان کے لیے تداعی کو مکروہِ تنزیہی، یعنی خلافِ اَولیٰ قرار دیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو لوگ پڑھ رہے ہوں، اُن کو منع نہ کیا جائے۔ امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تراویح کے سوا دیگر نوافل میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتبِ فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں، یعنی مکروہِ تنزیہی، جس کا حاصل خلافِ اَولیٰ ہے، نہ کہ گناہ وحرام (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے)، مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے، بہت اکابر دین سے نوافل کی جماعت کی تداعی ثابت ہے اور عوام فعلِ خیر سے منع نہ کیے جائیں، علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے:

''عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے، کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں اُن کی رغبت کم ہوتی ہے''---

بحوالہ ''اَلْبَحْرُ الرَّائِقْ'' اسی میں ہے:

''عوام کو ان (ذوالحجہ کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے''--- [بحر اور مجتبیٰ وغیرہ]

حدیقہ ندیّہ میں ہے:

''صلوٰۃ الرغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں''---

اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے، مگر عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے، تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے

ا......صلوۃ التسبیح باجماعت پڑھنے سے ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس نماز میں مخصوص تعداد میں تسبیح منقول و ماثور ہے، جب کہ امام اگر تسبیحات تیز پڑھے گا تو مقتدیوں کی تسبیحات کم رہ جائیں گی، دیگر نمازیوں کی رعایت میں خاموش رہے گا یا مقدار سے زیادہ پڑھے گا۔ اسی طرح نمازیوں میں کسی کی تسبیحات کم رہ جائیں گی اور کسی کی زیادہ ہوں گی، لہٰذا تنہا پڑھنا ہی اولیٰ اور اقرب الی السنۃ ہے--- [ادارہ]

اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا، انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے‘‘---[فتاویٰ رضویہ، ج7، ص465 تا466]

قیام اللیل یعنی رات کے نوافل کی فضیلت قرآنِ کریم میں آئی ہے، سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تہجد کا حکم فرمایا، نیز ’’سورہ مزمل‘‘ کا اکثر حصہ قیام اللیل کے ذکر پر مشتمل ہے، اسی میں فرمایا:

’’بے شک رات کے اٹھنے میں دل و دماغ اور زبان میں مکمل یکسوئی ہوتی ہے اور بات سیدھی نکلتی ہے‘‘---[المُزَّمِّل:6]

نیز فرمایا:

’’اور (متقی) رات کو بہت کم سوتے ہیں اور رات کے پچھلے پہر استغفار کرتے ہیں‘‘---[الذّاریات:17 تا18]

❀❀❀❀❀

رؤیتِ ہلال

پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد، ذوالحجہ۔ شعبان کا اس لیے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کے وقت ابر یا غبار ہو تو یہ تیس دن پورے کر کے رمضان شروع کرے اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے، شوال کا چاند روزہ ختم کرنے کے لیے دیکھا جاتا ہے اور ذیقعد کا چاند ذوالحجہ کے لیے اور ذوالحجہ کا بقرعید کے لیے دیکھا جاتا ہے۔ ابر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان، عاقل، بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، نیز اگر شرعی قواعد وضوابط کے مطابق حکومت پاکستان، رؤیت ہلال کا ریڈیو پر اعلان کرے تو ایسا اعلان معتبر ہے اور اس پر رمضان، عیدین وغیرہ کا ثبوت ہو جائے گا، جیسا کہ فتاویٰ نوریہ میں دلائلِ قاہرہ سے بیان کیا گیا ہے۔ انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں یومِ شک (تیس تاریخ) کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

[مولانا ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری رحمۃ اللہ علیہ]

❀❀❀❀❀

وظائف ونوافلِ شب ِبراءت

مولانا الحاج حافظ نذیر احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

- کچھ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ اگر شعبان المعظم کی چودھویں تاریخ کو غروبِ آفتاب سے چند منٹ پہلے قبلہ رو کھڑے ہو کر چالیس مرتبہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ چالیس برس کے گناہ معاف کر دے گا۔
- شعبان کا چاند دیکھ کر ہر طالب مغفرت کو چاہیے کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ---

رات اور دن کے بیشتر اوقات میں اس کو بطور ورد پڑھتا رہے، خدا تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے بے حد ثواب عطا فرمائے گا۔ چودھویں شعبان کو مغرب کے بعد ہی سے اعمالِ خیر و نوافل میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

- شریعتِ اسلامیہ میں تاریخ کا آغاز آفتاب غروب ہونے پر فوراً ہو جاتا ہے، اس لیے شعبان کی چودھویں تاریخ سورج ڈوبنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور پندرھویں شب کا آغاز ہو جاتا ہے، قلم قدرت جدید سال کے اعمال غروبِ آفتاب کے بعد سے ہی لکھنا شروع کر دیتا ہے، اس لیے وہ مبارک بندے خوش اعمال بندوں کی فہرست میں درج ہو جاتے ہیں جو چودھویں شعبان کو مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ہی نوافل و تلاوت اور وظائف و اوراد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔
- بعد فراغت نمازِ مغرب دو رکعت نماز نفل پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد ہی سورہ یٰسین شریف پڑھے، اس کے بعد دعائے نصف شعبان پڑھے، پھر سر کو سجدہ میں رکھ کر خشوع کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگے، آثارِ قبول ظاہر ہوں گے۔ ردّ بلا، فراخیٔ رزق، آزادیٔ زنداں اور درازیٔ عمر کے لیے یہ طریقۂ نفل منقول ہے۔

- جو شخص شب براءت کو دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں مکان عطا فرمائے گا۔

ہدیہ روح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

آٹھ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اور ان کا ثواب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حضور پیش کیا جائے تو حضرت سیدہ فرماتی ہیں، میں ایسے شخص کو جنت میں داخل کرانے کی ضامن ہوں۔

- اس رات میں قبرستان جانا، وہاں فاتحہ پڑھنا سنت ہے، اسی طرح بزرگان کی فاتحہ پڑھ کر صدقہ، خیرات کرے، اور اس رات کو ساری رات جاگ کر نفل پڑھے، نمازِ تسبیح بھی پڑھے۔
- دس رکعتیں نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سو سو مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں پوری فرماوے اور اس کے گناہ معاف فرما دے، اگر تمام رات نہ جاگ سکے تو جس قدر ہو سکے عبادت کرے اور زیارتِ قبور کرے (عورتیں قبرستان نہ جائیں، گھر میں نفل پڑھیں اور روزے رکھیں) [روح البیان]
- نمازِ عشاء اور نمازِ فجر با جماعت ادا کرنے کا ثواب ساری رات عبادت کرنے کے برابر ہے، لہٰذا اس رات دونوں نمازیں با جماعت ادا کر کے دوہرا ثواب نامۂ اعمال میں درج کروائیں۔ [صحیح مسلم، رقم:١٤٩١، مفہوم]

صلٰوۃ الخیر

بہتر ہے سو رکعت نفل دو دو کر کے پڑھیں اور ہر رکعت میں گیارہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد، اس کو ''نمازِ خیر'' بھی کہتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ نماز اس شب میں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر میں ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔ سب سے چھوٹی حاجت جملہ گناہوں سے پاک فرمانا ہے۔ [غنیۃ الطالبین]

جادو سے حفاظت

اگر اس رات کو سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے اور غسل کرے تو ان شاء اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔ [اسلامی زندگی، مؤلفہ مفتی احمد یار خاں]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس رات کی عظمت کو پہچانیں، یہ رات اور پندرہویں تاریخ کا دن پورے خشوع وخضوع سے عباداتِ الٰہی اور اطاعتِ الٰہی میں بسر کریں۔

آمین بجاہ حبیبہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

دعائے نصف شعبان المعظم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ یَا ذَاالْمَنِّ وَ لَا یُمَنُّ عَلَیْہِ ط یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ط یَاذَا الطَّوْلِ وَ الْاِنْعَامِ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرُ اللَّاجِیْنَ ط وَ جَارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ ط وَ اَمَانُ الْخَائِفِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقَتَّرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اللّٰھُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَ حِرْمَانِیْ وَ طَرْدِیْ وَ اقْتِتَارَ رِزْقِیْ ط وَ اَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ سَعِیْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ ط فَاِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ ط عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ ط یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِo اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ ط فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَھْرِ شَعْبَانَ الْمُکَرَّمِ ط اَلَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَّ یُبْرَمُ ط اَنْ تَکْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ وَ الْبَلْوَآءِ مَا نَعْلَمُ وَ مَا لَا نَعْلَمُ ط وَ اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ط وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمْ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo---

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اے اللہ! اے احسان کرنے والے کہ جس پر احسان نہیں کیا جاتا، اے بڑی شان وشوکت والے، اے فضل وانعام والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پریشان حالوں کا مددگار، پناہ مانگنے والوں کو پناہ اور خوف زدوں کو امان دینے والا ہے، اے اللہ! اگر تو اپنے یہاں ام الکتاب (یعنی لوح محفوظ) میں مجھے شقی (یعنی بد بخت)، محروم، دھتکارا ہوا اور رزق میں تنگی دیا ہوا لکھ چکا ہو، تو اے اللہ! اپنے فضل سے میری بدبختی، محرومی، ذلت اور رِزق کی تنگی کو مٹا دے اور اپنے پاس ام الکتاب میں مجھے خوش بخت، رِزق دیا ہوا اور بھلائیوں کی توفیق دیا ہوا ثبت فرما دے کہ تو نے ہی اپنی نازِل کی ہوئی کتاب میں اپنے ہی بھیجے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر فرمایا اور تیرا فرمانا حق ہے ''اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے'' [پارہ ۱۳، الرعد ۳۹، کنز الایمان] خدایا! تجلی اعظم کے وسیلہ سے جو نصف شعبان المکرّم کی (پندرھویں) رات میں ہے کہ جس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام اور اٹل کر دیا جاتا ہے۔ (یا اللہ!) مصیبتوں اور رنجشوں کو ہم سے دور فرما کہ جنہیں ہم جانتے اور نہیں بھی جانتے جب کہ تو انہیں سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک تو سب سے بڑھ کر عزیز اور عزت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر درود وسلام بھیجے۔ سب خوبیاں سب جہانوں کے پالنے والے اللہ عزوجل کے لیے ہیں''---

14 / اور 15 / شعبان المعظم کی درمیانی شب کسی وقت بھی یہ دعا پڑھ لی جائے

نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات---ماہ جنوری

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقتِ ظہر	اخیر مثلِ اوّل	اخیر مثلِ دوم آغازِ وقتِ عصر	غروبِ آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	ابتداء وقتِ عشاء
-	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
1	5:35:21	7:00:53	11:25:03	12:08:15	2:57:23	3:39:18	5:16:30	6:39:58
2	5:35:39	7:01:07	11:25:34	12:08:43	2:58:04	3:40:02	5:17:14	6:40:37
3	5:35:56	7:01:20	11:26:04	12:09:10	2:58:46	3:40:46	5:17:58	6:41:17
4	5:36:11	7:01:31	11:26:35	12:09:38	2:59:28	3:41:31	5:18:43	6:41:57
5	5:36:25	7:01:41	11:27:05	12:10:05	3:00:11	3:42:17	5:19:30	6:42:38
6	5:36:37	7:01:49	11:27:34	12:10:31	3:00:55	3:43:04	5:20:16	6:43:20
7	5:36:48	7:01:55	11:28:04	12:10:57	3:01:39	3:43:52	5:21:04	6:44:02
8	5:36:58	7:01:59	11:28:32	12:11:22	3:02:23	3:44:40	5:21:52	6:44:44
9	5:37:06	7:02:02	11:29:01	12:11:47	3:03:08	3:45:29	5:22:41	6:45:27
10	5:37:13	7:02:03	11:29:29	12:12:12	3:03:53	3:46:18	5:23:30	6:46:11
11	5:37:18	7:02:01	11:29:56	12:12:35	3:04:38	3:47:08	5:24:20	6:46:55
12	5:37:21	7:01:58	11:30:23	12:12:59	3:05:24	3:47:58	5:25:10	6:47:39
13	5:37:23	7:01:53	11:30:50	12:13:21	3:06:10	3:48:49	5:26:01	6:48:23
14	5:37:24	7:01:46	11:31:15	12:13:43	3:06:56	3:49:40	5:26:52	6:49:08
15	5:37:22	7:01:37	11:31:40	12:14:04	3:07:42	3:50:31	5:27:44	6:49:53
16	5:37:19	7:01:27	11:32:05	12:14:25	3:08:28	3:51:23	5:28:36	6:50:38
17	5:37:14	7:01:15	11:32:28	12:14:45	3:09:15	3:52:14	5:29:28	6:51:23
18	5:37:07	7:01:01	11:32:51	12:15:04	3:10:01	3:53:06	5:30:20	6:52:08
19	5:36:59	7:00:46	11:33:13	12:15:23	3:10:47	3:53:59	5:31:13	6:52:54
20	5:36:49	7:00:28	11:33:35	12:15:41	3:11:33	3:54:51	5:32:06	6:53:39
21	5:36:38	7:00:10	11:33:56	12:15:58	3:12:19	3:55:43	5:32:58	6:54:25
22	5:36:25	6:59:49	11:34:16	12:16:14	3:13:05	3:56:35	5:33:52	6:55:10
23	5:36:10	6:59:27	11:34:35	12:16:29	3:13:51	3:57:28	5:34:45	6:55:56
24	5:35:54	6:59:04	11:34:54	12:16:44	3:14:36	3:58:20	5:35:38	6:56:42
25	5:35:37	6:58:38	11:35:11	12:16:58	3:15:22	3:59:12	5:36:31	6:57:27
26	5:35:17	6:58:12	11:35:28	12:17:11	3:16:07	4:00:04	5:37:24	6:58:13
27	5:34:57	6:57:43	11:35:45	12:17:23	3:16:51	4:00:56	5:38:17	6:58:58
28	5:34:35	6:57:14	11:36:00	12:17:34	3:17:35	4:01:48	5:39:11	6:59:44
29	5:34:11	6:56:42	11:36:15	12:17:45	3:18:19	4:02:40	5:40:04	7:00:29
30	5:33:46	6:56:09	11:36:29	12:17:55	3:19:03	4:03:31	5:40:57	7:01:15
31	5:33:19	6:55:35	11:36:42	12:18:04	3:19:46	4:04:22	5:41:49	7:02:00

• ...... گھڑیاں درست رکھیں •...... **احتیاط**: سحری 30 سیکنڈ پہلے بند اور افطاری 30 سیکنڈ بعد کریں

نقشہ اوقاتِ نماز، سحری وافطاری برائے بصیر پور شریف ومضافات، ماہ فروری

تاریخ رمضان کریم ۱۴۴۶ھ	تاریخ عیسوی ماہ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	اخیر مثل اوّل	اخیر مثل دوم آغاز وقت عصر	غروب آفتاب (افطاری)	وقت عشاء
-	فروری	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
-	1	5:32:51	6:54:59	11:36:54	12:18:12	3:20:28	4:05:13	5:42:42	7:02:45
-	2	5:32:21	6:54:22	11:37:05	12:18:19	3:21:10	4:06:03	5:43:34	7:03:30
-	3	5:31:50	6:53:43	11:37:16	12:18:26	3:21:52	4:06:53	5:44:27	7:04:15
-	4	5:31:17	6:53:03	11:37:25	12:18:32	3:22:33	4:07:42	5:45:19	7:05:00
-	5	5:30:43	6:52:22	11:37:34	12:18:37	3:23:13	4:08:31	5:46:10	7:05:44
-	6	5:30:07	6:51:39	11:37:42	12:18:41	3:23:53	4:09:20	5:47:02	7:06:29
-	7	5:29:30	6:50:55	11:37:49	12:18:45	3:24:32	4:10:08	5:47:53	7:07:13
-	8	5:28:51	6:50:10	11:37:55	12:18:47	3:25:10	4:10:56	5:48:43	7:07:58
-	9	5:28:11	6:49:23	11:38:00	12:18:50	3:25:47	4:11:43	5:49:34	7:08:42
-	10	5:27:30	6:48:35	11:38:04	12:18:51	3:26:24	4:12:29	5:50:24	7:09:26
-	11	5:26:47	6:47:46	11:38:08	12:18:52	3:27:01	4:13:15	5:51:13	7:10:09
-	12	5:26:03	6:46:56	11:38:10	12:18:52	3:27:36	4:14:00	5:52:03	7:10:53
-	13	5:25:17	6:46:04	11:38:12	12:18:51	3:28:11	4:14:45	5:52:52	7:11:36
-	14	5:24:31	6:45:11	11:38:13	12:18:49	3:28:45	4:15:29	5:53:40	7:12:19
-	15	5:23:42	6:44:18	11:38:13	12:18:47	3:29:18	4:16:13	5:54:28	7:13:02
-	16	5:22:53	6:43:23	11:38:12	12:18:44	3:29:50	4:16:56	5:55:16	7:13:45
-	17	5:22:03	6:42:27	11:38:11	12:18:40	3:30:22	4:17:38	5:56:04	7:14:28
-	18	5:21:11	6:41:30	11:38:08	12:18:36	3:30:53	4:18:20	5:56:51	7:15:10
-	19	5:20:18	6:40:32	11:38:05	12:18:31	3:31:23	4:19:01	5:57:38	7:15:52
-	20	5:19:23	6:39:33	11:38:01	12:18:25	3:31:52	4:19:42	5:58:24	7:16:34
-	21	5:18:28	6:38:34	11:37:56	12:18:19	3:32:21	4:20:22	5:59:10	7:17:16
-	22	5:17:32	6:37:33	11:37:51	12:18:12	3:32:49	4:21:01	5:59:55	7:17:58
-	23	5:16:34	6:36:32	11:37:45	12:18:04	3:33:16	4:21:39	6:00:41	7:18:40
-	24	5:15:35	6:35:29	11:37:38	12:17:56	3:33:42	4:22:17	6:01:26	7:19:21
-	25	5:14:36	6:34:26	11:37:30	12:17:48	3:34:07	4:22:55	6:02:10	7:20:02
-	26	5:13:35	6:33:23	11:37:22	12:17:38	3:34:31	4:23:32	6:02:55	7:20:44
-	27	5:12:33	6:32:18	11:37:13	12:17:28	3:34:55	4:24:08	6:03:38	7:21:25
-	28	5:11:30	6:31:13	11:37:04	12:17:18	3:35:18	4:24:43	6:04:22	7:22:06
-	29	5:11:30	6:31:13	11:37:04	12:17:18	3:35:18	4:24:43	6:04:22	7:22:47
-	یکم مارچ	5:10:10	6:29:49	11:36:52	12:17:03	3:35:47	4:25:29	6:05:19	7:23:28
یکم/اتوار	2	5:09:05	6:28:42	11:36:41	12:16:52	3:36:09	4:26:03	6:06:01	7:24:09
۲/پیر	3	5:07:59	6:27:35	11:36:29	12:16:40	3:36:29	4:26:37	6:06:44	7:24:50
۳/منگل	4	5:06:52	6:26:27	11:36:17	12:16:27	3:36:49	4:27:10	6:07:26	7:25:31
۴/بدھ	5	5:05:44	6:25:18	11:36:04	12:16:14	3:37:07	4:27:42	6:08:08	7:26:12

● ...... **احتیاط**: سحری 30 سیکنڈ پہلے بند اور افطاری 30 سیکنڈ بعد کریں ● ...... گھڑیاں درست رکھیں

حیدرِ کرار مولا علی رضی اللہ عنہ

﴿13/رجب، 30 عام الفیل کو کعبہ مشرفہ کے اندر آپ کی ولادت ہوئی﴾

اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شباہت علی رضی اللہ عنہ کی ہے
دیں کے جسد میں جو ہے حرارت ، علی رضی اللہ عنہ کی ہے

کیوں رب ذوالجلال کا مجھ پر نہ لطف ہو
مجھ پر کرم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ، شفقت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

ہوں دشمنانِ دیں کے لیے تیغِ بے نیام
فکر و نظر پہ میرے لطافت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

زوجِ بتولِ پاک رضی اللہ عنہا ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں
حسنین سی جہان میں عترت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

ہوں منقبت نگار ، مجھے خوفِ حشر کیا
میں بھی علی رضی اللہ عنہ کا ہوں ، اگر جنت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی ان کی تربیت
اور کبریا جل جلالہ کے گھر میں ولادت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

مجھ پر کرم خدا کا ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایتیں
میری زباں پہ مدح جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

دیکھا ہے سب نے مَرحَب و عَنتَر کا حالِ زار
عالم پہ آشکار شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

محمودؔ بابِ علم کا درکار ہے کرم
پرتو فگن جہاں پہ ہدایت علی رضی اللہ عنہ کی ہے

راجا رشید محمود
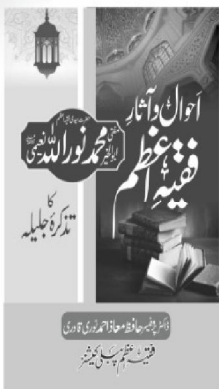
Book No. 37 Serial No. 2-1
Jan/Feb-2025
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238